نوائے بے نوا

مصدق لاکھانی

نوائے بے نوا" بظاہر ایک لفظی مرکب سہی لیکن یہ ایک ایسی
اں گسل کیفیت بھی ہے جو مودت بیانی میں عموماً درپیش ہوا
کرتی ہے۔ نواگستری کی خاطر بے نوا ہونا ایک فقیرانہ محتاجی
ی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ فقیرانہ محتاجی حاضری کی کشمکش میں
یں بلکہ حضوری کے مراحل میں ضرور محسوس ہوتی ہے۔ غیر
تعلقہ لفظیات کی ضرورت بے نوائی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ معنی
ی غربت کو بے لحاظ اُجاگر کرتی رہتی ہے۔ مصدق لاکھانی ایک
ہندیبی آدمی ہیں لہٰذا وہ حاضری سے زیادہ حضوری کی تلاش میں
رگرداں رہنا چاہتے ہیں۔ حضوری کی تمنا کے سبب مصدق محض
حفل کی داد کے خواہاں نہیں بلکہ ورق کے ذریعے ذوق کی
بیت افروزی پر مائل نظر آتے ہیں۔ مصدق کو معلوم ہے کہ معنی
کے بطن میں حضوریت کی مراد پنہاں ہوتی ہے یعنی لفظوں کا
لصانہ برتاؤ یہ ہو کہ معنی کی حرمت زائل نہ ہونے پائے۔
صدق خوب جانتے ہیں کہ اخباری واشتہاری زبان سے مودت
کے اظہاریے کو یکسر محفوظ رہنا چاہیے۔ معنی کی اعتباری حرمت
کے لیے مودت بیانی کو ممدوح کی مرتبہ دانی اور حفظ مراتب پر
کمل یقین رکھنا چاہیے۔ مودت نوائی کی اثر انگیزی کو تازہ کاری

نوائی بی نوا

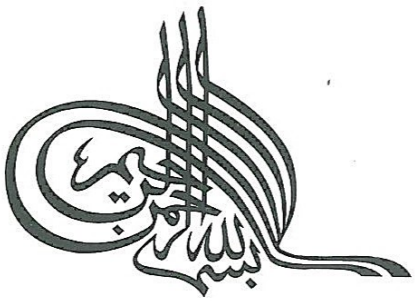
بسم الله الرحمن الرحيم

نوائے بے نوا

مصدق لاکھانی

تفصیلات

شعری کتاب	:	نوائے بے نوا
شاعر	:	مصدق لاکھانی
حرف چیں	:	ایاز الدّین
حرف بیں	:	سید الطاف حسین
سرِ ورق	:	شکیل حیدر
خطاطی	:	عدیل احمد
ناشر	:	Roots Media Intl. Khi
اشاعت	:	اپریل ۲۰۱۵ء - پہلا ایڈیشن
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	۴۰۰ روپے

مطبع

مشتاق مطبوعات

+92-300-2553-675 +92-315-9231-137

mstaa.publications@gmail.com

انتساب

اپنی خالہ

مرحومہ رشیدہ بانو کے نام

جنہوں نے مجھے الف، ب پڑھنا سکھایا۔

فہرست

بے نوائی (مصدق لاکھانی) ۱۱

ادبی انفرادیت (سیّد شہنشاہ حسین نقوی) ۱۶

نوائے بے نوا کا شاعر (نیّر اسعدی) ۲۰

حمد باریٔ تعالیٰ ۳۱

حمد کہنے کے لئے خود کو جو تیار کیا ۳۲

میں تیرا ہوں بندہ تو میرا خدا ہے ۳۳

تصور کا جہاں کتنا حسیں ہے ۳۴

نعت رسولِ مقبول حضرت محمد مصطفیٰؐ ۳۶

اب بھلا میں کیا کہوں، کیا ہے مرے سرکارؐ کا ۳۸

اپنی آنکھوں کو ضیا، دل کو دوا دے دیجیے ۴۰

عزیز و جب بھی سر کی بات کرنا ۴۲

بال و پر اپنے مقدر کے بھی تن پر ہوں گے ۴۴

بن گیا وہ ہم نشیں حضرتِ روح الامیں ۴۵

غبارِ راہ سے اٹھتی ہوئی ضیا پہ سلام ۴۷

خدا کا شکر کہ آوارگی سے دور رہا ۴۸

ہمیشہ دل میں نبیؐ نبیؐ ہے، نظر میں روضہ کی روشنی ہے ۵۰

حُسنِ یوسفؑ کا یہاں کوئی خریدار نہیں ۵۲

کس قدر رنگیں فضا ہے نعت پڑھتے جایئے ۵۴

لب سے جب نامِ محمدؐ کو نکلتے دیکھا ۵۶

ملے گا کیا ہر اک در پر گدائی آزمانے سے ۵۷

مختصر یہ ہے فضیلت آپؐ کی ۵۹

نبیؐ نبیؐ مری عادت ہے کیا کیا جائے ۶۱

نکھرا ہوا ہے حُسن ہر اک لالہ زار کا ۶۲

سب جہاں کا نظام تم سے ہے ۴۶

شام زلفیں ہیں تری صبح ہے چہرہ ترا ۶۵

شرابِ عشقِ نبیؐ کا خمار آئے گا ۶۷

تمہارے ہی باعث یہ دنیا بنی ہے

تمہارے ہیں سارے نظارے محمدؐ ۶۸

مناقبِ مولائے کائنات حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ۷۰

اگر ہم نفس کی تاریکیوں میں ڈوب جائیں گے ۷۲

علیؑ کی مدح کا پورا نصاب رکھتے ہیں ۷۴

عرشِ بریں کی سمت تخیل سفر میں ہے ۷۶

گرمیٔ قلب و نظر ہے، شوخیٔ افکار ہے ۷۸

گلشن کا نہ خوشبو کا نہ گل کا نہ کلی کا ۸۰

ہم سے مت پوچھو ملا کیا کیا علیؑ کے نام سے ۸۱

ہمیں نہ پوچھئے کیا کیا علیؑ سے ملتا ہے ۸۳

ہے نورِ خدا ہر طرف جلوہ آرا ۸۵

اس طرح بیٹھا ہوا ہوں میں ثنا خوانوں کے بیچ ۸۷

کہتے ہیں مجھ سے لوگ نبیؐ اور علیؑ کہوں ۸۸

کچھ نہیں آتا میرے یار و زباں پر خود بخود ۹۰

لب پر ثنا علیؑ کی ہے نعرہ علیؑ کا ہے ۹۲

لبوں پر حیدرؑ کرار کی مدحت سرائی ہے ۹۴

لو علیؑ کی ثنا سناتے ہیں ۹۶

مدحتِ حیدرؑ میں آئے جب مزا اظہار کا ۹۸

مدحِ حیدر ہے، کوئی چھوٹا بڑا ہوتا ہے ہو ۱۰۰

مزا زبان کا، دل کا قرار ذکرِ علیؑ ۱۰۱

مرے خدا مری قسمت میں روشنی لکھ دے ۱۰۲

مجھے جب بھی خدایا اذنِ مدحِ مرتضیٰؑ دینا ۱۰۳

نہ دریائے معانی سے نہ لفظوں کے سمندر سے ۱۰۵

قلم کی چھاؤں میں گنجینۂ ہنر ایسا ۱۰۷

راہ میں سنگ ملے دھوپ ملی خار ملے ۱۰۹

رہِ حق میں جو پابندِ اطاعت ہو نہیں سکتی ۱۱۱

سارے بتانِ جہل وہ مسمار کر گیا ۱۱۳

شاعری کی وسعتوں میں یوں تو کیا ہوتا نہیں ۱۱۴

شاہِ بحر و برؑ علیؑ، مولائے خشک و ترؑ علیؑ ۱۱۵

شعور و فکر پیاسے ہیں نہ دل ہے تشنہ کام اپنا ۱۱۷

تاریخِ علم و فن کا سفر جس صدی میں ہے ۱۱۹

تمام عمر ہمیشہ علیؑ علیؑ کہنا ۱۲۰

یہ بات کون بتائے گا انبیاؑ کے سوا ۱۲۲

مناقبِ سیّدہ فاطمۃ الزہراؑ ۱۲۴

اگر انسان ہوگا اور وہ حق آشنا ہوگا ۱۲۶

چوکھٹ ہے تری اور مرا سر ہے فاطمہؑ ۱۲۷

فاطمہؑ کا تذکرہ ہر بار ہونا چاہیے ۱۲۹

گھر میں سرکارِ رسالت کے پلی ہے عصمت ۱۳۰

ہر ایک در پہ مری التجا قبول نہیں ۱۳۱

جب جنابِ فاطمہؑ کا در کھلا ۱۳۳

جہاں کے سارے میخانے ہمارے آگے کمتر ہیں ۱۳۴

جسے سب لوگ پیغمبرؐ کی اک دختر سمجھتے ہیں ۱۳۶

مدحِ زہراؑ کیا ہو ممکن اس سخنور کے لیے ۱۳۸

مقدر کا ستارہ ضوفشاں ہے ۱۴۰

پستیوں سے اپنی کچھ اس طرح گھبراتا ہوں میں ۱۴۲

پہلے عصمت، پسِ عصمت ہے نقابِ زہراؑ ۱۴۳

ثنائے سیدہؑ کرتا رہا ہوں اذنِ داور سے ۱۴۴

شہزادیٔ جنت کی ثناء کا یہ اثر ہے ۱۴۶

طہارتیں جو بیاں ہوں تو اِتمامِ زہراؑ ۱۴۷

وللہ مستحقِ امامت ہے فاطمہؑ ۱۴۸

زہراؑ تیرے بچوں سے سدا پیار کریں گے ۱۵۰

مناقبِ حضرت امام حسنؑ ۱۵۲

حسنؑ کا ذکر آیا ہے رواں اپنی طبیعت ہے ۱۵۴

اِس واسطے ہے دھوم حسنؑ کی مچی ہوئی ۱۵۶

کیا ماہِ مبارک کی یہ پر کیف فضا ہے ۱۵۸

لوگ کہتے ہیں کہ ہے سرِّ نہاں صلحِ حسنؑ ۱۶۰

مصطفیٰؐ کا گھر ہے اور ہے شبّرؑ عالی وقار ۱۶۲

نہ قطروں نے، نہ دریا نے، نہ ساقی نے، نہ ساغر نے ۱۶۳

پابند ہے خیال تصور اسیر ہے ۱۶۵

پتھریلی زمیں، سخت زمیں، خشک زمیں ہے ۱۶۷

تاروں کی بزم میں نہ مہہ ضوفگن میں ہے ۱۶۸

اُتریں نہ کیوں ستارے برابر زمین پر ۱۷۰

یہ امن پہلے عجب کرب وانتشار میں تھا ۱۷۲

ذیشاں کا میکدہ ہے کھلا اذنِ عام ہے ۱۷۴

شہزادۂ قلم کا یہ مدحت گذار ہے ۱۷۶

مناقبِ سید الشہدا حضرت امام حسینؑ ۱۷۸

ابھی تو عرشِ بریں سے گزر حسینؑ کا ہے ۱۸۰

ایسا زمانے بھر میں کوئی میکدہ نہیں ۱۸۱

عجیب عزم ہے شبیرؑ کے سخنور کا ۱۸۳

چرچا نہ کیسے ہو میرے جاہ وجلال کا ۱۸۴

دین کا مہرِ منور آ گیا ۱۸۶

دیوانگی تو دیکھو اس جذبہء ثنا کی ۱۸۸

فرشتو دیکھنا رتبہ تم ان کا روزِ محشر میں ۱۸۹

جنابِ فاطمہؑ کی گود میں قرآن پلتے ہیں ۱۹۰

کیسے بیاں کروں میں فضیلت حسینؑ کی ۱۹۱

کسی نے مجھ سے جب شبیر کی مدح وثنا مانگی ۱۹۳

کتنی مشکل میں ہے معبود ثنا خوانِ حسینؑ ۱۹۴

لبوں کی رحل نے قرآن پھر سجایا ہے ۱۹۶

لفظوں کو حُسن، حُسن کو توقیر چاہیے ۱۹۸

شبیرؑ تیرے نام ہماری صدی رہی ۱۹۹

تجلیوں کو مکمل بنا گئے شبیرؑ ۲۰۰

اُس روز ایک غیر بھی اپنا لگا مجھے ۲۰۱

یہ کس کی بزم ہے لاچار ہے ذوقِ ثنا اپنا ۲۰۳

ذہن میں سورۂ کوثر اگر اُترا ہوگا ۲۰۵

مناقبِ سید سجّاد علیؑ ابن الحسینؑ ۲۰۷

ہاں عبادت میں جو سرشار نہیں ہو سکتا ۲۰۸

جانمازِ لفظ پر سجدہ ادا میں بھی کروں ۲۰۹

متاعِ دل کا کرو کاروبار سجدوں سے ۲۱۰

مرے امام نے اِس شان سے کیا سجدہ ۲۱۲

منقبتِ حضرت امام باقرؑ ۲۱۴

جس علم کا جہاں میں بڑا احترام ہے ۲۱۵

مناقبِ حضرت امام جعفرِ صادقؑ ۲۱۷

اعلیٰ ثنا ہو اُس کی کہ عالی نسب ہے وہ ۲۱۹

لُغت کے سارے لفظوں سے حسیں لفظِ صداقت ہے ۲۲۱

ہیں دونوں آئینۂ صداقت، رسولِ صادقؐ، امامِ صادقؑ ۲۲۳

منقبتِ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ۲۲۴

عزت مری یہی، یہی میرا وقار ہے ۲۲۵

مناقبِ حضرت امام علی رضاؑ ۲۲۷

اپنا دل مدت سے پیاسا ہے چلو مشہد چلیں ۲۲۹

ہر شخص دردِ دل کی دوا ڈھونڈتا رہا ۲۳۰

خاکِ مشہد جبیں پہ ملتے ہیں ۲۳۱

کیا فکر اگر دھوپ میں سانسوں کا سفر ہے ۲۳۳

لہک لہک کے مراذوق بولتا تو نہیں ۲۳۴

تجلی ہے کیسی یہ کیسی ضیا ہے ۲۳۵

دیکھو کہ ہم جبیں پہ ضیا لے کے آئے ہیں ۲۳۷

منقبتِ حضرت امام محمد تقی الجوادیؑ ۲۳۸

مت لائیے زبان پہ ہرگز کسی کی بات ۲۳۹

منقبتِ حضرت امام علی نقیؑ ۲۴۰

اک سلسلہ زمیں تا فلک روشنی کا ہے ۲۴۱

مناقبِ حضرت امام حسن عسکریؑ ۲۴۳

پیچیدہ راستوں پہ جو ڈر گمرہی کا ہے ۲۴۴

ثنائے عسکریؑ کرتے رہیں گے ۲۴۵

مناقبِ امامِ زمانہؑ ۲۴۶

اے عشق عریضہ کو لہو رنگ بنا دے ۲۴۸

اے میرے دل نہ پوچھ کہ کیا کیا ہے سامنے ۲۵۰

اپنی ظلمت کو لئے رات نہاں ہوتی ہے ۲۵۲

بادل سے کیا چھپے گا بھلا فاطمہؑ کا چاند ۲۵۳

چلو ظہور کا بادہ اُبلنے والا ہے ۲۵۵

چمن والے یہ کہتے ہیں بہار آئے بہار آئے ۲۵۷

فرقت کے اندھیروں میں مت پوچھ کہ کیا دیکھا ۲۵۹

گر دل میں انتظارِ امامِ زماں نہیں ۲۶۱

غم کے ماروں میں تیرا ذکر برابر ہوگا ۲۶۲

غیبت پہ اعتراض کا بس یہ جواب ہے ۲۶۴

غیرتِ ماہِ مبارک نیمۂ شعبان ہے ۲۶۶

ہم بھلا پاتے کہاں اے ابنِ حیدرؑ روشنی ۲۶۷

ہم جیسے بے نوا بھی ہیں مضطر ترے لیے ۲۶۹

ہم تو دیتے آئے ہیں مقتل کو روز اک سر نیا ۲۷۰

ہے کربلا کے آخری منظر کا انتظار ۲۷۲

ہجر کی تنہائیاں تھیں وقت تھا ٹھہرا ہوا ۲۷۴

جب بھی شب بیتی، فضا جاگی، سویرا ہو گیا ۲۷۶

جب ان کی یاد مرے دل میں جگمگاتی ہے ۲۷۸

جنوں ہے، حشر ہے، طوفان اٹھا ہے وحشت کا ۲۷۹

کعبہ جو چمک اٹھتا ہے آثار سمجھ کر ۲۸۱

کب سے تری تلاش ہے جائیں مگر کہاں ۲۸۲

کبھی وہ دل میں سما رہا ہے کبھی تصور میں آ رہا ہے ۲۸۴

خدایا میرے ارمانوں کا دریا یہ عریضہ ہے ۲۸۶

کیا نیمۂ شعبان کی پر کیف فضا ہے ۲۸۸

کس قدر مشکل ہے مدح عترت اطہار بھی ۲۹۱

کچھ ایسی طبیعت میری بے کیف ہوئی ہے ۲۹۳

لبِ خموش سے اظہارِ مدعا کیجئے ۲۹۴
مسئلہ یہ ہے مرے ذوقِ ثنا کے سامنے ۲۹۶
میرے اس دستِ طلب کو وہ سلیقہ چاہیے ۲۹۸
مرے مولاؑ، مرے دست طلب نے جو بھی مانگا ہو ۳۰۰
مرے پرسے کا وہ حقدار جب جلوہ نما ہوگا ۳۰۲
پھر تذکرہ چھڑا ہے مرے پردہ دار کا ۳۰۴
قلم خونِ دل میں جو ڈوبا نہیں ہے ۳۰۵
قیامت کا کچھ ایسا ربط ہے سرکارؑ حجت سے ۳۰۷
رات ڈھل جائے گی خوش رنگ سویرا ہوگا ۳۰۹
ربط کچھ ایسا قیامت کا ہے سرکارؑ کے ساتھ ۳۱۱
سر زیرِ آسماں تو زمیں زیرِ پا نہیں ۳۱۳
تم کو حیرانی ہے پانی پر مصلیٰ دیکھ کر ۳۱۶
وہ آ کر سطحِ دریا پر مصلی جب بچھائیں گے ۳۱۸
یہ دنیا شمعِ عصمت سے نہ جب تک لو لگائے گی ۳۱۹
یہ کیا بہار ہے کیا خاک اس بہار میں ہے ۳۲۱
زباں لرزاں ہو، لہجہ خشک ہو، لفظوں کی قلت ہو ۳۲۳

مناقبِ حضرت عباس علمدارؑ ۳۲۵
اے علمدارِ وفا آپ ہیں حیدرؑ کی طرح ۳۲۷
اے مرے جوشِ ولامت پوچھ کیا عباسؑ ہیں ۳۲۹
ہاتھ پھیلاتا ہوں میں کب بے نوا کے سامنے ۳۳۰
اتنی بھر جائے ان آنکھوں میں ضیائے عباسؑ ۳۳۲
جیسے ہی میں نے حیدرؑ کرار لکھ دیا ۳۳۴

کیسے کہوں میں کیا ہے علمدارِ کربلا ۳۳۵
خوشبو نہ گلستاں نہ صبا چاہیئے مجھ کو ۳۳۶
لب پہ ایسے جری کی مدحت ہے ۳۳۸
مدحِ عباسؑ ہے دشوار، بہت ہی دشوار ۳۴۰
وفا و عزم و شجاعت کی انتہا عباسؑ ۳۴۲
وہ نام جو خورشیدِ ضیا بارِ وفا ہے ۳۴۴

مناقبِ ثانیِ زہرا حضرت زینبؑ ۳۴۵
ایسا بھی وقت آئے قلم کی حیات میں ۳۴۷
نیا شعور نیا انقلاب ہے زینبؑ ۳۴۹
وفا و درد کی سرکار زینبؑ ۳۵۱

عیدِ غدیر ۳۵۳
آیا ہے کائنات کا مولاؑ غدیر میں ۳۵۴
ایسے وابستہ رسالت سے امامت ہوگئی ۳۵۵
چل اے میرے خیال کی وسعت غدیر میں ۳۵۶
شکرِ خدا ہے اپنی رگوں میں جو شیر ہے ۳۵۸

عیدِ مباہلہ ۳۶۰
خدا کے سامنے سب لوگ بس دستِ دعا لائے ۳۶۱
معرکہ جو سر نہ ہو پاتا کسی ہتھیار سے ۳۶۲
مری آنکھوں میں وہ تصویر پھر اک بار آئی ہے ۳۶۴
شیخ آخر تجھے ہوا کیا ہے ۳۶۶

جشنِ فتحِ خیبر ۳۶۸

شیخ تجھ کو زرِ طلب مجھ کو ابوذرؓ چاہیے ۳۶۹

منقبتِ معصومہ رقم ۳۷۰

شاعری میں مدحِ زینبؑ کا جہاں عرفان ہے ۳۷۲

مسدّس ۳۷۳

اتحاد بین المسلمین ۳۷۴

قرآن ۳۷۷

متفرقات ۳۸۰

اک ادنیٰ سا شاعر ہوں، ثنا خوان نہیں ہوں ۳۸۱

ہر نظر میں بدسیّر ہیں دشمنانِ اہل بیتؑ ۳۸۲

ان کی یادوں میں گزرتا ہے سدا عید کا دن ۳۸۴

اس لیے مصرع کے آخر میں لگا دیتے ہیں بت ۳۸۵

جسے تسکینِ قلبِ عابدِ بیمار کہتے ہیں ۳۸۶

بے نوائی

یہ کس کے در سے مصدق مِلا ہے حسن بیاں
کہاں سے آئی زباں تجھ سے بے نوا کے لئے

اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے بہت ہی نیک، صالح اور فرمانبردار اولاد عطا کی ہے۔ میری چھوٹی سی خواہش کو بھی اپنے لئے حکم سمجھنے والے میرے بچوں نے ہمیشہ مجھ سے دھیمے پن میں گفتگو کی ہے اور کبھی مجھ سے اونچے لہجے میں بات نہیں کی۔ بس ایک موضوع ایسا ہے جس پر اُن کی آواز بلند ہو کر احتجاجی سطح تک پہنچ جاتی ہے اور وہ موضوع ہے میری کتاب کے سلسلے میں میری کاہلی اور غیر سنجیدگی۔ اِس بارے میں اُن کی فرمائش رفتہ رفتہ اِصرار میں تبدیل ہوئی، اِصرار نے ضِد کی صورت اختیار کر لی اور ضد بالآخر الٹیمیٹم تک آ گئی۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ لڑکوں کو اِس عمل پر اُکسانے والا کوئی اور نہیں بلکہ خود اُن کی والدہ ہیں۔ چنانچہ میں نے ہتھیار ڈال دیئے، بکھرے ہوئے کلام کو جمع کیا اور کتاب ترتیب دے دی۔

عموماً شاعری کی ابتدا کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔ کب ابتدا ہوئی، کہاں ہوئی، کیسے یہ شوق پیدا ہوا وغیرہ۔ تو عرض یہ ہے کہ ہوش کی آنکھیں کھُلیں تو پہلی ہی انگڑائی کے بعد میں نے اپنے اطراف ایک ہی زبان کی گونج سُنی اور وہ تھی میری اپنی گجراتی زبان۔ میرے گھر میں بولے جانے کے علاوہ اِس زمانے میں گجراتی زبان کراچی کی بہت اہم زبان ہوا کرتی تھی۔ دکانوں اور سڑکوں پر گجراتی کے بورڈ لگے ہوئے ہوتے تھے۔ گجراتی کے اخبار اور رسائل شائع ہوتے تھے۔ گجراتی میڈیم اسکول ہوتے تھے، گجراتی کتابوں کی لائبریریاں ہوا کرتی تھیں۔ حکومت نے گجراتی کو پاکستان کی علاقائی زبان کا درجہ دیا ہوا تھا۔ کراچی میں گجراتی کا رواج ہونے کی وجہ سے اِس زبان میں قصیدے، سلام اور نوحے بھی پابندی سے لکھے جاتے تھے اور محافل بھی ہوتی تھیں۔

بزرگوں کی اُنگلی پکڑ کر اور کہیں تو نہیں لیکن کھارادر کی جعفری محفل میں اکثر جانا ہوتا تھا۔ شاعری سے میری شناسائی اِنہیں محفلوں سے ہوئی۔

گجراتی سے میرے اِس قریبی تعلق کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اردو میرے لئے کوئی اجنبی زبان تھی۔ ہندوستان کے صوبے گجرات سے تعلق ہونے کے ساتھ ساتھ میرا خاندان کافی عرصے تک اُتر پردیش کے شہر بنارس میں رہا اور تقسیمِ ہند کے بعد وہیں سے ہجرت کر کے پاکستان آیا۔ اِس طرح نہ صرف یہ کہ اُردو بھی ہمارے ہاں بولی اور پڑھی جاتی رہی بلکہ یوپی کی تہذیب سے بھی ہمارا خاندان مانوس رہا۔ بنارس میں ہونے والی عزاداری کی ایک خاص جھلک ہمارے گھر کی مجلسوں میں نظر آتی تھی۔ والد مرحوم شعر تو نہیں کہتے تھے لیکن بنارس سے اپنے ساتھ شعری ذوق ضرور لے آئے تھے۔ اِسی لئے وہ اُردو مشاعروں میں شرکت بھی کرتے تھے اور مجھے بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ خود ہمارے گھر میں بھی کئی مشاعرے ہوئے۔ جن مذہبی محافل میں میں بچپن سے جاتا رہا اُن میں کوینس روڈ پر مرحوم جعفر بھائی کے ہاں کی محفل خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ جہاں بزرگ شعراء کو سُننے کا موقع مِلا۔ جب لڑکپن کی منزل آئی تو خود دوستوں کے ساتھ جانے لگا۔ ڈاکٹر یاور عباس مرحوم کے دولت کدے پر نو تصنیف مرثیے کی مجلس میں گھر سے پیدل ہی جاتے کیونکہ بس کا کرایہ دینا اختیار سے باہر تھا۔

ویسے تو تعلیم انگریزی اسکول میں حاصل کی لیکن اِس اسکول میں مولانا ساجد حسین تقوی ہمیں اُردو پڑھایا کرتے تھے۔ مرحوم نہایت نفیس انسان اور شفیق اُستاد تھے۔ شعر و ادب کے آدمی تھے۔ نصابی تعلیم کے علاوہ وہ اپنے شاگردوں میں ادبی ذوق اُجاگر کرتے۔ اُن کی زیرِ سرپرستی بیت بازی کے مقابلے بھی ہوتے جس سے ہمارے اندر زیادہ سے زیادہ شعراء کا کلام پڑھنے اور یاد کرنے کی تحریک پیدا ہوتی۔ ایسا ماحول انگریزی اسکول میں کم ہی پایا جاتا تھا۔ اِنہی ساری باتوں نے مجھے

شعری دنیا سے قریب کر دیا۔ شعراء کو پڑھنا اور سُننا لڑکپن اور جوانی کا مشغلہ بن گیا تھا۔ اور حافظہ ایسا تھا کہ ایک بار جو شعر سُن لیا یا پڑھ لیا تو وہ ذہن پر نقش ہو گیا۔ لیکن اِس کے باوجود اُس وقت تک شعر کہنے کی نہ صلاحیت پیدا ہو سکی نہ ہمّت۔

پھر ایسا ہوا کہ جامع کراچی سے ایم۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد ۱۹۷۸ء میں تلاشِ معاش کے سلسلے میں بے آب و گیا خلیجی ریاست ابوظہبی کا رُخ کیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب ہندوستان سے حضرت علامہ ذیشان حیدر جوادی اعلیٰ اللہ مقامہ نے بھی وہاں سکونت اختیار کی۔ میرے ابنِ عم ڈاکٹر غلام حسین لاکھانی (جن کی صاحبزادی بعد میں میرے نکاح میں آئیں) نے میری ملاقات علامہ صاحب سے کروائی۔ اُنہیں کے گھر سے محافل اور مجالس کی ابتدا ہوئی۔ جلد ہی علامہ صاحب کے دولت کدے پر محافل کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اُن محفلوں نے مجھے بھی اپنی طرف راغب کیا۔ ایک سال علامہ صاحب کے دیے ہوئے مصرعے پر کچھ اشعار کہے اور لرزتے ہاتھوں سے علامہ صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔ حضرت نے کچھ الفاظ اِدھر اُدھر کیے اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مجھے پڑھنے کی اجازت دے دی۔ یہ تھی میری شاعری کی ابتدا۔ میری ابتدائی شعری کاوش کے نمونے کے طور پر حسبِ ذیل اشعار پیشِ خدمت ہیں۔ جن سے میری فِکر اور شعری تربیت کا بخوبی اندازا لگایا جا سکتا ہے۔

جسے تسکینِ قلبِ عابدِ بیمار کہتے ہیں
اسے سب اہلِ کوفہ حضرتِ مختار کہتے ہیں

جھجک کیسی، ہماری دشمنی ہے دشمنِ حق سے
برا لگتا ہو پھر بھی ہم اسے سو بار کہتے ہیں

میں نے علامہ ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہ کی قربت سے بہت کچھ سیکھا۔ اُن کے ساتھ بیس

سال گزارے اور یہی بیس سال میری زندگی کا بہت قیمتی سرمایہ ہیں۔ مذہبی شاعری میں تاریخ، عقائد اور حفظِ مراتب کی کیا اہمیت ہوتی ہے، یہ میں نے اُن سے ہی سیکھا۔ پھر خوش قسمتی سے میری ملاقات ایک اور دینی اور ادبی شخصیت سے ہوگئی۔ جن سے میں نے بہت استفادہ کیا۔ وہ شخصیت تھی مولانا راہی جہانگیر آبادی اعلیٰ اللہ مقامہ کی۔ مولانا مرحوم استاد سبطِ جعفر (شہید) کے والدِ ماجد ہیں۔ مرحوم راہی صاحب سے میں نے علمِ عروض کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔

متحدہ عرب امارات میں ۳۵ سال گزارے۔ اِس طویل عرصے میں بہت کچھ لکھا۔ سُخن کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی۔ حمد، نعت، مناقب، سلام، مرثیہ، نوحے، غزلیں، نظمیں۔ اِس مجموعے میں حمد، نعت اور مناقب شامل ہیں۔

سُخن وری میں رِثائی کلام کے حوالے سے میری کوشش یہی رہی ہے کہ اگر مناقب تحریر کروں تو کلامِ ممدوح سے ہٹ کر نہ ہو اور نہ ہی اُس میں کسی قسم کا تقابل ہو۔ اِسی طرح سلام یا نوحہ میں یہ احتیاط ہمیشہ رکھی کہ کلمۂ سُخن میری زبان سے ادا ہو نہ کہ اہلِ بیت مطاہر میں سے کسی کی زبان سے یہ احتیاط حفظِ مراتب کے احساس سے میرے رِثائی کلام کا خاصہ بن گئی ہے۔

"نوائے بے نوا" آپ کے مطالعے کے لئے حاضر ہے۔ اِس کتاب کو پڑھتے ہوئے آپ کو ایک بے ترتیبی کا احساس ہوگا۔ بات دراصل یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے کی طرح میں نے شاعری کو بھی سنجیدگی سے نہیں برتا اور جس طرح دیگر معاملات میں میری بے ترتیبی کو میرے مولا نے سہارا دے کر سنوار دیا۔ اِسی طرح میری شاعری کو بھی غیب سے مدد ملی اور اِسے ایسا بنا دیا گیا کہ کم از کم میں اِسے آپ جیسے اہلِ نظر تک پہنچا سکوں۔ میں اپنے بارے میں نہ کوئی خوش فہمی رکھتا ہوں نہ غلط فہمی۔ یہ کتاب میں نے صرف اپنے گھر والوں اور دوستوں کے اِصرار پر ترتیب دی ہے۔ ورنہ ذاتی طور پر میں اِس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ میری کاوِش ستائش کے قابل تو کیا ہوگی البتہ تنقیدی رائے

کا اِنتظار رہے گا۔ اِس کتاب کی ترتیب میں میرے چند احباب سے مجھے بہت مدد ملی۔ جن میں مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی، جناب نصیر ترابی، جناب نیّر اسعدی، جناب آغا طالب اور جناب شہزاد زیدی کا بے حد مشکور ہوں۔ جنہوں نے ہر قدم پر میرا ساتھ دیا اور میری رہنمائی فرمائی۔ یہاں میں اپنے پُر خلوص دوست اور بہت ہی اچھے شاعر جناب شکیل حیدرؔ کا ذکر خاص طور سے کروں گا۔ جو ترتیب، کتابت اور طباعت کے ہر مرحلے میں میرے مددگار رہے۔ میں اُنکے دفتری معاملات میں خلل ڈالتا رہا لیکن اُنہوں نے ہمیشہ خندہ پیشانی سے میرے ساتھ تعاون کیا۔ اُن کے بغیر یہ کام شاید مکمل نہیں ہوسکتا تھا۔

اِس کتاب کو پڑھیے اور پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کیجیے تا کہ میں اِسکی روشنی میں اپنی اِصلاح کرسکوں۔

دعاؤں کا طلبگار

مصدّق لاکھانی

اِظہارِ خیال: سیّد شہنشاہ حسین نقوی

ادبی انفرادیت

لاکھ میری معرفت اور علم بے وسعت سہی
پھر بھی اس تحریر میں مضمر ہے حرف آگہی

اِس پوری کائنات کو ذاتِ کروگار نے آنحضرت محمد مصطفیٰؐ اور آپؐ کے خانوادے کے طفیل بنایا ہے، جو اللہ کی خالقیت اور ربوبیت کی شاہکار ہے۔ پھر اس پوری کائنات پر فن اور تکنیک کی جلوہ افروزیاں خدا جُو اور حق کے متلاشی کے لیے وافی اور کافی استدلال ہیں۔ یعنی انسان اور کائنات کے انگ انگ میں مختلف فنون سے کام لیا گیا ہے۔ لہٰذا انسان بھی فن اور ادب سے مانوس ہے۔ اور جو کام فنی اور ادبی دکھائی دیتے ہیں، اُسے اسی لیے پسند آتا ہے کہ وہ بھی فن ہی کا نتیجہ ہے۔
خاص طور پر علمی اور فکری دنیا میں ادب ایک جُزوِ لانیفک کی حیثیت رکھتا ہے اور جو اس میں جتنا ماہر ہوگا، اُتنا ہی ممتاز ہوتا چلا جائے گا۔ ایسا ہی ایک وجود خلیق، رفیق، فتیق اور فکر و خیال کے عمیق جناب مُصدّق لاکھانی کا ہے۔ جن سے مل کر اپنائیت کا احساس اور نہ ملنے پر اُداسی ہوتی ہے۔ بظاہر خوجہ اثنا عشری گجراتی زبان ہیں لیکن خداداد صلاحیتیں اور علّامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی رحمتہ اللہ علیہ کی مصاحبت نے اُنہیں ایسا تراشا کہ اُردو ادبیات میں اُنہیں "الماس" کہا جائے تو عبث نہیں۔

"نوائے بے نوا" ان کا مجموعۂ کلام ہے، جس میں حمدِ باری تعالیٰ، نعت رسولِ مقبولؐ اور اہلِ بیتِ اطہارؑ کی منقبتیں وغیرہ شامل ہیں۔

یوں تو تمام ہی اشعار عمدہ سے عمدہ تر محسوس ہوئے اور علمِ عروض، علمِ قافیہ، علمِ بیان، محاسنِ کلام، علمِ بدیع اور انہی سے مربوط علومِ ادب کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ یہی اوصاف اُن کے اکثر اشعار میں دکھائی دیتے ہیں، پھر بھی چند اشعار اپنی مثال آپ ہیں۔ ملاحظہ کیجیے۔

میں جو چاہتا تھا، تُو ایسا ہے مالک
مجھے ایسا کر جیسا تُو چاہتا ہے

حمدِ باری تعالیٰ کا یہ شعر درحقیقت مولائے کائناتؑ کی ایک مشہور و معروف مُناجات کا حصہ ہے، جسے اِس خوبی کے ساتھ منظوم کیا گیا ہے کہ اب یہ شعر سہلِ ممتنع کی بہترین مثال ہے۔

یا نبیؐ محشر کی گرمی سے بچا لیجیے مجھے
مجھ کو دامانِ علی مرتضیٰؑ دے دیجیے

مُصدّق لاکھانی صاحب کے اِس نعتیہ شعر میں بھی حُسنِ عقیدت و مودّت موجزن ہے۔

علیؑ کا چاہنے والا ہو جس زمانے میں
تصوّرات میں مولا علیؑ سے ملتا ہے

یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ جو جس کو پسند کرتا ہے، اُسی کے رنگ میں ڈھلتا ہے۔ رواں بحر میں مترنّم اور دل پزیر شعر کہا گیا ہے، جو شاعری کے مُحاسن کا حامل ہے۔
مصدّق لاکھانی صاحب کا یہ شعری فن پارہ بھی دیکھیے۔

کہاں مصدّق کی بے نوائی، کہاں یہ حمد و ثنا کی محفل
"یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

مشہور و معروف مصرعے پر مصدّق صاحب نے اپنے کلام کا مقطع کس مہارتِ فن کے ساتھ چسپاں کیا ہے، یہ التزام اُنہی کا حصہ ہے۔

تیری ندا میں اثر نہیں ہے، تُو آج سچ مُچ بتا مُصدّق
بُلا رہا ہے تُو اُن کو لیکن خلوصِ دل سے بُلا رہا ہے؟

یہاں مصدّق لاکھانی صاحب خود اپنے آپ سے سوال کر رہے ہیں اور بڑی جرأت اور ہمت کے ساتھ خود اپنے آپ کا تنقیدی جائزہ لے رہے ہیں۔ امامِ زمانہؑ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے حوالے سے فکر کا یہ ایک مثبت، اصلاحی اور تعمیری انداز ہے۔ اس میں عجز بھی ہے اور انکساری بھی، اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا احساس بھی ہے اور غلطیوں اور کوتاہیوں پر شرمندگی کی خُو بھی ہے۔ خود احتسابی پہ مبنی یہ ایک اچھا اور پیارا انداز ہے۔ اسی سے اصلاح اور تطہیر ہو سکتی ہے اور پھر دوسروں میں بھی غور و فکر کی یہی نہج عام کرنی ہوگی۔ یہاں ہمیں مصدّق لاکھانی شاعری میں ماہرِ فن ہونے کے ساتھ ساتھ مُصلحِ قوم بھی نظر آتے ہیں۔ یہ جذبہ اُن کے علمائے حقّہ سے ارادت مندی کا مظہر ہے۔

آج کل کی مصروف ترین زندگی میں بھی مصدّق لاکھانی صاحب نے شعر و ادب کے تقاضوں سے وہ انصاف کیا ہے، جو کسی بھی میدانِ حیات میں مکتبِ اہلِ بیتؑ کے نام لیواؤں کو کرنا چاہیے۔ کام سب کرتے ہیں، لیکن جو سلیقے سے اور بطریق احسن کرتا ہے، اُس کی دل سے قدر افزائی ہونی چاہیے اور ہوتی ہے۔

اِن اشعار میں تنوّع بھی ہے اور توسّع بھی۔ ادبی انفرادیت ان کے یہاں واضح طور پر نظر آتی ہے اور محسوس بھی ہوتی ہے۔ ذرا دیکھیے۔

مصدّق تم تو سیلابِ فنا میں کب کے بہہ جاتے
دُعائے فاطمہؑ سنتے ہو؟ تم اِس کی بدولت ہو

فنِ شاعری کے لوازمات میں جو جو چیزیں شامل ہیں، اُن سب کا ایک حسین اِمتزاج ان کے یہاں پایا جاتا ہے۔فنِ شاعری کے لوازمات میں جو جو چیزیں شامل ہیں، اُن سب کا ایک حسین اِمتزاج ان کے یہاں پایا جاتا ہے۔"نوائے بے نوا" ان کے فنی اور علمی و ادبی سفر میں قدم قدم پر نظر آتی ہے۔

اس راہِ پُر ہنر میں انہیں ابھی بہت آگے دیکھا جائے گا اور اپنی منزلِ مقصود کا تعین بھی کرتے ہیں۔ خود کہتے ہیں کہ:

مصدّق ہم نشیں ہوں گے کبھی رضواں کبھی غُلماں
درِ زہراؑ کی گر مل جائے دربانی مقدّر سے

ان کی قابلِ قدر شاعری میں بھی اعلیٰ اوصاف ان کی انفرادیت کا باعث ہیں۔ایک معتدل انسان ہیں اور افراط و تفریط، غُلو، نُصیریت اور مقصّریت سے پاک شاعری یقیناً ان کا طرۂ امتیاز ہے۔دریا کی سی روانی اور سمندر کی سی بُردباری ان کے مزاج کے ساتھ ساتھ شاعرانہ خصوصیات کی بھی آئینہ دار ہے۔اللہ کرے یہ اس میدان میں اپنی خدمات کا ربِّ چہاردہ معصومینؑ سے صلہ پائیں۔اِن کا یہ پُرخلوص شعر درحقیقت میرے بھی دل کی آواز ہے۔

یہی اِک شرط ہے حُرؑ کا یقیں لے کر کوئی آئے
حسینؑ اپنا نبیؐ اپنے، نبیؐ اپنے خدا اپنا

دُعا ہے حضرت امامِ زمانہؑ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اِن پر اور ہم سب پر چشمِ کرم فرمائیں۔ اِن کی یہ شعری مودّتیں شرفِ قبولیت پائیں۔

''نوائے بے نوا'' کا شاعر

انسانوں کی ہجرت کے ساتھ ساتھ جب تہذیبِ ادب بھی سفر کر کے نئے ماحول میں وارد ہوتی ہے تو اُس ماحول پر اثر انداز بھی ہوتی ہے۔ یوں نئے نئے شگوفے کھل کر ماحول کو گل و گلزار کر دیتے ہیں۔

پاک و ہند کی تقسیم کے بعد جو صاحبانِ علم و فن اور شعراء پاکستان آئے ان میں بیشتر شعراء کراچی کے پرانے شہر کھارادر اور اس کے اردگرد آباد ہوئے۔ سمندر سے قریب یہ علاقہ تجارتی مرکز تھا اور یہاں بسنے والے زیادہ لوگوں کی مادری زبان گجراتی تھی۔ تقسیمِ پاک و ہند کے بعد ہندوستان سے اردو اور گجراتی شعراء بھی یہاں آ کر آباد ہوئے تو ہندوستان کے مختلف علاقوں کے تہذیب بدوش صاحبانِ علم و فن نے نئے سرے سے اس پرانے شہر میں ادبی ماحول کو پروان چڑھایا۔ جہاں اردو شعراء نے محفلوں میں عقیدت کے نئے نئے گل کھلائے وہیں ان محافل سے متاثر ہو کر گجراتی شعراء نے اردو زباں میں بھی شاعری کی۔ جو اردو گجراتی شعراء اردو میں شاعری کرتے تھے ان میں ثمرؔ ہوشنگ آبادی، حسین بھائی نظرؔ، احمد بھائی بھگتؔ، صابرؔ تھاریانی معروف شعراء میں شمار ہوئے۔

پرانے شہر میں جگہ جگہ محفلوں کے انعقاد سے ایک ادبی ماحول پروان چڑھا۔ اس ماحول نے نئے لوگوں کو بھی شاعری کی طرف راغب کیا۔ اسی ماحول میں پرورش پانے والے ایک معروف شاعر مصدقؔ لاکھانی ہیں۔

مصدقؔ لاکھانی کی مادری زبان گجراتی ہے مگر آپ کراچی کے اس ادبی ماحول کے پروردہ ہیں جہاں گجراتی شعراء نے بھی اردو شاعری میں کمال حاصل کیا۔

میرے دوست، کرم فرما، برادرم آغا طالب حسین رضوی صاحب کے ساتھ مصدق لاکھانی میرے غریب خانے پر ۹/ مارچ ۲۰۱۵ء کو تشریف لائے۔ کافی دیر ہم کراچی کی محافل اور ادبی ماحول پر گفتگو کرتے رہے۔ میں نے اُس سے قبل ۲۔۳ محافل میں مصدق لاکھانی صاحب کو سنا تھا لیکن آج ملاقات سے ان کی شخصیت اور قابلیت سے بھی آگاہی حاصل ہوئی۔ مصدق لاکھانی ایک دھیمے لہجے کے منکسر المزاج طبیعت کے شاعر ہیں۔ وہ اسی ادبی تہذیب کے پروردہ ہیں۔ جو بزرگ شعراء نے اس پرانے شہر میں رکھی تھی۔ انہوں نے مولانا سید ذیشان حیدر جوادی صاحب اور راہی جہانگیر آبادی سے مشورۂ سخن کیا۔ اُن کے رکھ رکھاؤ اور علم سے استفادہ کیا ہے۔ اس لئے وہ خوش اخلاق اور خوش مزاج شاعر ہیں اور صاحبِ علم و عمل بھی۔

دورانِ گفتگو آپ نے اپنی کتاب ''نوائے بے نوا'' پر تبصرے کی فرمائش کی۔ اس وقت میرے سامنے مصدق لاکھانی کی کتاب ''نوائے بے نوا'' کا مسوّدہ ہے جو حمد، نعت، مناقب اور مسدس پر مشتمل ہے، صاحبِ زبان نہ ہوتے ہوئے بھی اکثر جگہ شاعر کی فکر اور مضمون نگاری نے متاثر کیا ہے۔ اردو زبان نے جہاں سفر کیا ہے وہاں کے ماحول پر اپنا اثر چھوڑا بھی ہے اور وہاں کا اثر قبول بھی کیا ہے۔ کیونکہ ابوظہبی اور دبئی میں ہندوستان اور پاکستان کے مختلف علاقوں کے شعراء شریک رہے ہیں۔ اس لئے زبان نے مختلف طرزِ بیاں کو قبول کیا ہے تو کلامِ مصدق میں بھی اس کی جھلک نظر آتی ہے۔

یہ حقیقت بھی ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ کلامِ خدا ہی وہ کلام ہے جس میں غلطی کا شائبہ بھی ممکن نہیں ہے لیکن کلامِ بشر میں خوبیاں اور خامیاں دونوں کا امکان ہے۔ اہلِ فکر و دانش کی نظر میں اچھا شاعر وہ ہے جس کے کلام کی خوبیاں خامیوں پر غالب ہوں یعنی خامیاں کم اور خوبیاں زیادہ۔

مصدق لاکھانی نے ابوظہبی اور دبئ کے ماحول میں شاعری کی ابتدا کی ہے عقیدت سے لبریز شاعری ان کی پہچان ہے انہوں نے جس شاعری کی ابتداء ۱۹۸۰ء میں کی ہے انشاء اللہ اس کو پروان چڑھتا، خوب سے خوب تر دیکھیں گے۔ وہ کراچی سے ابوظہبی، ابوظہبی سے دبئ اور اب دبئ سے آسٹریلیا کی طرف ہجرت کررہے ہیں جہاں ان کی شاعری نے اپنا تاثر چھوڑا بھی ہے اور وہاں کے ماحول کا اثر بھی قبول کیا ہے۔ ہمیں ان کی شاعری میں عقیدت کا سمندر موجزن نظر آتا ہے۔

مجلسی علم وہ علم ہے جو، اب نایاب ہوتا جارہا ہے جہاں ادبی بیٹھک ہوتی تھی وہاں بزرگوں سے لوگ بہت کچھ سیکھتے تھے، بزرگ بھی آپس میں مشورہ کرتے تھے۔ یہ کشادہ دل بزرگ اب نایاب ہیں، دورِ حاضر میں بزعمِ خود شاعر استاد بنا ہوا ہے، کسی سے مشورہ کرتا ہے تو اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ بلکہ احسان فراموش ہوکر اپنے آپ کو بڑا شاعر منوانے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ گروہ بندی سے وقتی طور پر مشاعروں میں زندہ رہا جاسکتا ہے۔ لیکن شاعری کاغذ پر ہی زندہ رہتی ہے۔ مشاعرے میں نہیں۔ مشاعروں کی داد اور ہے اور کتاب پر لکھے ہوئے شعر پر فنِ شعر گوئی سے واقف لوگوں کی داد کچھ اور ہے۔

یہ بات میرے لئے قابلِ اطمینان بھی ہے اور قابلِ داد بھی کہ مصدق لاکھانی نے جن سے مشورۂ سخن کیا ہے ان کو یاد بھی رکھا ہے اور علی العلان اس کا اظہار بھی کیا ہے۔ مصدق لاکھانی کی شاعری میں سادگی بھی ہے اور چاشنی بھی عقیدت کا اظہار بھی ہے عبادت کا نکھار بھی۔ فکر کی بلندی بھی ہے اور حق پسندی بھی ہے ایک خاص بات جو دورِ حاضر کے بیشتر شعراء میں نظر نہیں آتی وہ مصدق لاکھانی کی شاعری میں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ہر صنفِ سخن ممدوح کے اوصاف کے لحاظ سے برتی ہے۔ یعنی حمد کو حمد کی طرح نعت کو نعت کی طرح اور منقبت کو منقبت کی طرح لکھا ہے۔ حمد میں

اللہ کی تعریف، نعت میں آنحضرتؐ کی تعریف اور منقبت جس ممدوح کی شان میں ہے اس کی تعریف۔ ورنہ دورِ حاضر میں بیشتر شعراء اس کا خیال نہیں رکھتے۔ آیئے اب ہم مختلف اصنافِ سخن میں ان کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں۔ حمدِ باری تعالیٰ ملاحظہ کیجئے؛

میں تیرا ہوں بندہ تو میرا خدا ہے
یہ رشتہ بھی تیرے کرم کی عطا ہے

نہتّا نہ سمجھے مجھے اہلِ دنیا
مِرا اسلحہ میرا ذوقِ دعا ہے

میں جو چاہتا تھا تو ایسا ہے مالک
مجھے ایسا کر جیسا تو چاہتا ہے

مندرجہ بالا حمد دعوتِ فکر بھی ہے اور مناجات بھی۔

پہلے شعر میں بندہ و معبود کے رشتہ کو وحدہ لاشریک کے کرم کی عطا کہا گیا ہے۔ یعنی یہ رشتہ کریم کا کرم بھی ہے اور عطا بھی۔ دوسرے شعر پر اگر غور کریں تو اس دہشت گردی کے دور میں جہاں ہتھیار انسان کی ہلاکت کا سبب ہیں اور فکرِ انسان کی بے راہ روی کی دلیل ہیں۔ وہاں زندگی کی حفاظت کے لئے ذوقِ دعا وہ اسلحہ ہے جس کی بدولت انسان اللہ تعالیٰ کے حصارِ تحفظ میں آجاتا ہے۔ آخری شعر میں شاعر کہتا ہے کہ میں جو چاہتا تھا ایسا ہی میرا مالک ہے۔ تو اے خالق کائنات مجھے بھی ایسا بنادے جیسا تو چاہتا ہے۔ یعنی میں نے جیسا تجھے چاہا تو ویسا ہی ہے۔ اب تو جیسا مجھے چاہتا ہے ویسا ہی مطیع و فرمانبردار بنادے۔

قرآن مجید پر مصدق لاکھانی کا مسدس نوعِ انسان کو دعوتِ فکر و عمل دیتا ہے۔ چند بند ملاحظہ ہوں:۔

نوعِ انسانی پہ لطفِ کبریا قرآن ہے
اپنے بندوں کیلئے حق کی عطا قرآن ہے
اس سے اندازہ کرے دنیا کہ کیا قرآن ہے
احمدِ مرسلؐ کا زندہ معجزا قرآن ہے

ہر نگاہِ ہوش نے بے عیب پایا ہے اِسے
عقل نے والناس تک لاریب پایا ہے اِسے

ہاں یہ وہ قرآن ہے جس کو وفا والے پڑھیں
اس کو مسجد کے مصلوں پر خدا والے پڑھیں
کارزارِ حق و باطل میں وغا والے پڑھیں
ہاں شبِ عاشور جس کو کربلا والے پڑھیں

خاک سمجھے کا جہاں، شبیرؑ کا جو طور ہے
نوکِ نیزہ پر تلاوت کا مزہ کچھ اور ہے

واسطہ کچھ بھی نہیں قرآن کی تکریم سے
اس کتابِ حق بیاں کی عزت و تعظیم سے
دور ہیں بچے عروجِ علم کی اقلیم سے
وقت ہی بچتا نہیں کچھ دنیوی تعلیم سے

دو قدم بھی راہِ دینِ حق میں بڑھ سکتے نہیں
گیارہویں میں ہیں مگر قرآن پڑھ سکتے نہیں

مصدق لاکھانی کا مندرجہ بالا مسدس، حدیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں جس سے تمسک تمہیں حوضِ کوثر پر میرے پاس لے جائے گا، ایک قرآن اور ایک میرے اہلِ بیت) کی روشنی میں دورِ حاضر کے انسانوں کے لئے تجدیدِ دعوتِ فکر و عمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم قرآن کو نظر انداز کر کے آلِ رسولؐ کی مودت کے دعویدار بنے ہوئے ہیں۔ علم آلِ رسولؐ کی مودت کے ساتھ قرآن سے تمسک رکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ رمزِ زندگی قرآن اور اہلبیتؑ دونوں سے معلوم ہوگا۔ کیونکہ قرآن اور قرآنِ ناطق لازم و ملزوم ہیں۔ نوکِ سناں پر سرِ امام حسینؑ کی تلاوت بھی رہتی دنیا تک دعوتِ فکر و عمل ہے۔ کاش ہر گھر میں ہر فرد تلاوتِ کلامِ الٰہی کو معمول بنالے۔ مصدق لاکھانی کا یہ مسدس ہمیں ترغیب دیتا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو تلاوتِ قرآنِ مجید کا پابند کریں اور دنیا و آخرت میں کامیاب زندگی کی دلیل بنیں۔

نعت کے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے:۔

ہم اب کے بار بنائیں گے گھر مدینے میں
وگرنہ چھوڑ کے آئیں گے سر مدینے میں

یہ جستجو مجھے لے کر کہاں کہاں بھٹکی
ہوا ہے ختم بالآخر سفر مدینے میں

شام زلفیں ہیں تری صبح ہے چہرا تیرا
وقت کی نبض پہ چھایا ہے سراپا تیرا

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت کیا ہے
سارے پھولوں نے چرایا ہے پسینہ تیرا

مندرجہ بالا نعتیہ اشعار عقیدت کے وہ پھول ہیں جن کی خوشبو ہر صاحبِ علم وفن کے دماغ کو معطر کر دیتی ہے۔ ذیل میں ہم منتخب اشعار مختلف ممدوحین کی مناقب سے پیش کر رہے ہیں جسے پڑھ کر مصدقؔ لاکھانی صاحب کی پروازِ فکر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مولائے کائنات کی منقبت سے:۔

شعور و فکر پیاسے ہیں نہ دل ہے تشنہ کام اپنا
کسی نے یوں بھرا نہج البلاغہ سے یہ جام اپنا

مودت کی عبادت کا عجب انداز ہوتا ہے
علیؑ لکھ کر قلم ہم چومتے ہیں صبح و شام اپنا

مصدقؔ ایک دن تھک ہار کے انساں پکارے گا
علیؑ مشکل کشاء، مولودِ کعبہ، ہے امامؑ اپنا

جناب فاطمہؑ زہرا کی مناقب اپنی جگہ مصدقؔ صاحب کی بلندئ فکر کی عکاس ہیں مگر ایک منقبت بعنوانِ عصمت کے اشعار نذرِ قارئین کر رہا ہوں۔ لطف اُٹھایئے:۔

گھر میں سرکارِؐ رسالت کے پلی ہے عصمت
نام اس کا کبھی زہراؑ ہے کبھی ہے عصمت

آپ نے دین کا عنوان کہاں دیکھا ہے
مصحفِ دین کا عنوانِ جلی ہے عصمت

لے مصدقؔ یہ قلم اور ثنا خوانی کر
دیکھ جھولی میں گہر ڈال رہی ہے عصمت

صلحِ حسنؑ کے حوالے سے امام حسنؑ کی ایک منقبت کے ذیل اشعار منفرد ہے:۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہے سرِّ نہاں صلحِ حسنؑ
کربلا بول کہ کتنی ہے عیاں صلحِ حسنؑ

جب کبھی مانگی گئی صلحِ نبیؐ کی تفسیر
ہم نے اس بزم میں کردی ہے بیاں صلحِ حسنؑ

اس نے پردے میں شرائط کے کہا ہے سب کچھ
کتنے مظلوموں کو دیتی ہے زباں صلحِ حسنؑ

امامِ عالی مقام سید الشہداء کی شان میں منقبت کے اِس شعر میں مضمون نگاری منفرد اندازِ فکر لئے ہوئے ہے۔

لبوں کی رحل نے قرآن پھر سجایا ہے
مِری زبان پہ نامِ حسینؑ آیا ہے

امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی مناقب بھی بہت سلیقے سے کہی گئی ہیں مگر ربیع الاول دو معصوموں کی ولادت یعنی آنحضرتؐ اور امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی ولادت کا مہینہ ہے۔اس عنوان سے جشنِ

صادقین کے عنوان کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے جو حدیث، اولُنا محمدؐ و اوسطُنا محمدؐ و آخرُ نا محمدؐ و کُلُنا محمدؐ کے عکس کی آئینہ دار ہے۔

ہیں دونوں آئینۂ صداقت، رسولؐ صادق، امامِ صادق
ادھر رسالت اُدھر امامت، رسولؐ صادق، امامِ صادق

کلام دونوں کے ایک جیسے، کہ جیسے نکلے ہوں اِک زباں سے
ہیں گویا قرآن کی ضرورت، رسولِ صادق، امامِ صادقؑ

مدح درشانِ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ یہ شعر پڑھیئے اور لطفِ شاعری کے ساتھ عقیدت کا مزا بھی حاصل کیجئے:۔

یہ کیا بہار ہے، کیا خاک اس بہار میں ہے
بہار وہ ہے جو نرجسؑ کے لالہ زار میں ہے

آخر میں مولاؑ عباسؑ کی اس منقبت کے ایک شعر پر گفتگو کرنے کو جی چاہتا ہے اور وہ شعر یہ ہے:

رینگتی نہر تھی اور سامنے حیدرؑ کا پسر
دل یہ کہتا تھا اسے چیردوں اژدر کی طرح

مصدق لاکھانی صاحب کے مجموعۂ کلام میں بہت سے اشعار ہمیں متوجہ کرتے ہیں اور شدت سے متوجہ کرتے ہیں کہ ان کا طرزِ بیان صاحبِ مطالعہ اور صاحبِ علم وفن سے داد طلب ہے۔ لیکن مجھے مصدق لاکھانی کے اس شعر کی بلندیِ خیال نے خاص طور پر متوجہ کیا ہے اکثر دیباچہ لکھنے والے

سرسری کسی شاعر کے کلام پر بات کر کے گزر جاتے ہیں اور اس کے ایسے شعر پر بھی گفتگو نہیں کرتے جو اپنے اچھوتے خیال کی وجہ سے ایک معنوی تاریخی حوالہ رکھتا ہے۔ اس تاریخی حوالے سے اس کا مطالعہ شعر کے لطف کو دوبالا کر دیتا ہے۔ اس شعر کے ہر ٹکڑے (۱) رینگتی نہر تھی، (۲) سامنے حیدرؑ کا پسر، (۳) دل یہ کہتا تھا، (۴) اسے چیر دوں اژدر کی طرح۔ خاص تاریخی حوالہ رکھتے ہیں اگر اس تناظر میں اس شعر پر غور کیا جائے تو طبیعت کھل اُٹھتی ہے۔ پہلا ٹکڑا ''رینگتی نہر تھی''، چوتھے ٹکڑے ''چیر دوں اژدر کی طرح'' کی مناسبت سے ہے۔ دل یہ کہتا ہے عزم، خواہش تڑپ ہے اور یہ عزم یہ خواہش یہ تڑپ حیدرؑ کے پسر میں یقیناً تھی۔ اژدر بھی رینگتا ہے۔ نہر کا بل کھا کر رینگنا آہستہ چلنا۔ استعارہ ہے اژدر کا۔ پسر حیدرِؑ کرّار کے دل میں یہ عزم یہ تڑپ ہے کہ پیاسے اہلِ حرم کو سیراب کرنے کے لئے اژدر کی طرح رینگنے والی اس نہر کو چیر کر خیمے کی طرف موڑ دوں۔ الفاظ کے دروبست نے اس شعر کو کہاں پہنچا دیا ہے۔ ذرا غور کریں حضرت موسیٰؑ نے جب دریائے نیل پر عصا مارا تو دریا دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ یہ وہی عصا تھا جس سے فرعون کے دربار میں جادوگروں کے سانپوں کو اژدر بن کر نگل گیا تھا۔ تو جب موسیٰؑ نے دریائے نیل کو (چیر دیا) دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور اپنا لشکر بحفاظت دریا کے بیچ بننے والے راستے سے پار کر لیا تو اسی دریا نے بعد میں فرعون کے لشکر کو نگل لیا تھا۔ اگر مولا عباسؑ کو اذنِ امامؑ ہوتا تو باب الحوائج حیدرِ کرّارؑ کا پسر رینگتی نہر کو چیر کر لشکر یزید کو غرق کر سکتا تھا۔ اور اہلِ حرم کی پیاس بجھانے کے لئے دریا خود مولا عباسؑ کے حکم سے خیمے کی طرف آ سکتا تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ مصدق لاکھانی نے یہ شعر کہتے ہوئے الفاظ کے دروبست میں اس رُخ کی طرف توجہ دی تھی یا نہیں۔ لیکن الفاظ کا دروبست شعر کو معنوی لحاظ سے تاریخ کے حوالے سے کس بلندی پر لے گیا ہے۔ گجراتی مادری زبان کے، اردو زبان میں شاعری کرنے والے شعراء

میں مصدق لاکھانی ایک منفرد لب ولہجہ کے شاعر ہیں یقیناً ان کے کلام کی طباعت کے بعد اس کے مطالعہ سے اہل نقد ونظر نئے نئے زاویۂ فکر تلاش کریں گے۔ ہم مصدق لاکھانی کے مجموعۂ کلام ''نوائے بے نوا'' کی طباعت پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ پروردگار زورِ قلم اور زیادہ۔

نیّر اسعدی

۱۴/مارچ ۲۰۰۵ء

حمدِ باریٔ تعالیٰ

حمد کہنے کے لئے خود کو جو تیار کیا
میں نے خالق ہی کے الفاظ کو معیار کیا

کون کہتا ہے دکھائی نہیں دیتا وہ مجھے
جب بھی سر خم کیا سجدہ کیا، دیدار کیا

روح نے آکے مری خاک کو چوما تھا ابھی
سانس نے چلتے ہی توحید کا اقرار کیا

ایک لمحہ کے لئے یاد تری محو ہوئی
دل نے اس وقت دھڑکنے سے بھی انکار کیا

غرقِ دریائے عدم تھا مرا بے نام وجود
کس کی آواز نے اِس پار سے اُس پار کیا

تیری دنیا کے خداؤں میں گھرا ہوں مالک
جن خداؤں نے ترے نام کا بیوپار کیا

ہاں مصدقؔ، ہے کرم اُس کا کہ دیا تجھ کو وجود
پھر تجھے عشقِ محمدؐ میں گرفتار کیا

☆

میں تیرا ہوں بندہ تو میرا خدا ہے
یہ رشتہ بھی تیرے کرم کی عطا ہے

نہتّا نہ سمجھے مجھے اہلِ دنیا
مرا اسلحہ میرا ذوقِ دعا ہے

طبیبوں سے مطلب نہ چارہ گروں سے
تیرا نام ہی دردِ دل کی دوا ہے

میں جو چاہتا تھا تو ایسا ہے مالک
مجھے ایسا کر جیسا تو چاہتا ہے

میں کیوں ڈھونڈوں تیرے کمال اس جہاں میں
یہ کیا کم ہے تو خالقِ مصطفیؐ ہے

سوالی ہے چُپ، اور تیرا تقاضا
مصدقؔ چل آ مانگ کیا مانگتا ہے

تصور کا جہاں کتنا حسیں ہے
یہاں تیرے سوا کوئی نہیں ہے

ترے جلوں کو یوں دیکھا ہے میں نے
میرا ہر اک یقیں عین الیقیں ہے

تری رحمت پہ شک کیسے ہو مجھ کو
تُو ربِّ رحمت للعالمیں ہے

سوا تیرے کسی کے آگے جھکنا
مرے نزدیک توہینِ جبیں ہے

تیری یادوں کی بارش ہو نہ جس پر
وہ دل تیری قسم، بنجر زمیں ہے

میری اس معصیت کا کیا کروں میں
خرد میری کہیں ہے دل کہیں ہے

تیری غیبت کو کیا دیکھا کہ اب تو
مجھے ہر ایک غیبت پر یقیں ہے

جسے ڈھونڈا ہے اب تک اے مصدقؔ
نظر سے دور شہہ رگ سے قریں ہے

نعت رسولِ مقبولؐ

کوئی دنیا میں نہیں شافعِ محشر جیسا
شاہِ یثرب کی طرح دین کے رہبر جیسا
اپنے جیسا نہ کہو اس کو زمانے والو
ہے فقط نفسِ پیمبر ہی پیمبرؐ جیسا

اب بھلا میں کیا کہوں، کیا ہے مرے سرکارؐ کا
یا خدا کا ہے یہ سب، یا ہے مرے سرکارؐ کا

حُسن کیا شے ہے، سراپا ہے مرے سرکارؐ کا
روشنی بھی کیا ہے، چہرہ ہے مرے سرکارؐ کا

اے غمِ دنیا مجھے کوئی پریشانی نہیں
چار قدموں پر مدینہ ہے مرے سرکارؐ کا

یک بیک تجھ کو دھڑکنے کا سلیقہ آگیا
ہو نہ ہو اے دل، یہ روضہ ہے مرے سرکارؐ کا

اس لیے وقتِ تلاوت جھومتا ہوں بار بار
اس کتابِ حق میں چرچا ہے مرے سرکارؐ کا

اے خدا کے دین سن! سرکارِ دوعالم کے بعد
فکر مت کرنا، نواسہؑ ہے مرے سرکارؐ کا

پشت پر نانا کے سجدے کا محافظ آگیا
کتنا عالیشان سجدہ ہے مرے سرکارؐ کا

از زمیں تا آسماں مجھ سے بڑا کوئی نہیں
میرے ہونٹوں پر قصیدہ ہے مرے سرکارؐ کا

کیوں جھکے غیروں کی چوکھٹ پر مصدقؔ کی جبیں
اس جبیں پر نام لکھا ہے مرے سرکارؐ کا

اپنی آنکھوں کو ضیا، دل کو دوا دے دیجیئے
ایک چٹکی خاکِ پائے مصطفیٰؐ دے دیجیئے

جو محمدؐ کی فضیلت میں ذرا سا شک کرے
اُس مسلماں کو کتابِ کبریا دے دیجیئے

ناز کرتا ہے بہت رضوان اپنی خلد پر
جایئے، اُس کو مدینہ کا پتہ دے دیجیئے

مشکلوں کو دور کرنا کس قدر آسان ہے
بس مدینہ والے آقاؐ کو صدا دے دیجیئے

یا نبیؐ محشر کی گرمی سے بچا لیجیئے مجھے
مجھ کو دامانِ علیؑ مرتضٰی دے دیجیئے

آپ کے اصحابؓ کی عظمت کے میں قابل کہاں
کچھ نہ دیجیئے بس ابو ذرؓ کی وفا دے دیجیئے

میرے آقاؐ سر کی چادر قائم و دائم رہے
قوم کی ہر ایک بیٹی کو حیا دے دیجیئے

لب کو جنبش دے رہا ہوں نعت پڑھنے کے لئے
میرے آقاؐ مجھ کو آدابِ ثنا دے دیجئے

پھر قسم حق کی، اندھیروں میں نہ بھٹکے گا کبھی
قلب کو عشقِ محمدؐ کی ضیا دے دیجئے

جب مصدقؔ حشر میں پہنچا تو یوں بولے ملک
یہ غلامِ مصطفیٰؐ ہے راستہ دے دیجئے

عزیزو جب بھی سر کی بات کرنا
مرے آقاؐ کے در کی بات کرنا

بشر کی بات کا کیسا بھروسہ
فقط خیر البشرؐ کی بات کرنا

ثریّا اور ستارے سب فسانہ
بس اُن کی رہ گزر کی بات کرنا

فقیری میں اسیری کا مزا ہے
نہ ہم سے مال و زر کی بات کرنا

جب انساں چاند پر قدموں کو رکھے
تو تم شقُ القمر کی بات کرنا

کہیں جنت کا کوئی ذکر چھیڑے
تو تم زہراؑ کے گھر کی بات کرنا

مدینہ جانے والو اُنؐ کے در پر
مری اس چشمِ تر کی بات کرنا

ادب سے چوم کر روضہ کی جالی
مرے اذنِ سفر کی بات کرنا

سلامِ عشق لے جانا ادھر سے
اِدھر آکر اُدھر کی بات کرنا

گزاریں جو مدینہ کی فضا میں
انہیں شام و سحر کی بات کرنا

یقیناً لائے ہو مرا بلاوا
کسی اچھی خبر کی بات کرنا

درود اُنؐ پر پڑھو اور پھر مصدقؔ
دعاؤں میں اثر کی بات کر

بال و پر اپنے مقدر کے بھی تن پر ہوں گے
ہم مدینے میں فرشتو کے برابر ہوں گے

تشنگی روح کی اک آن میں مٹ جائے گی
میری آنکھوں میں چھلکتے ہوئے ساغر ہوں گے

ڈوب جائے گی مرے اشک میں ساری دنیا
اُنؐ کے روضے پہ یہ قطرے بھی سمندر ہوں گے

خانۂ تن میں زباں ہو گی مصلی کی طرح
سجدۂ عشق میں الفاظ کے پیکر ہوں گے

وادیٔ حشر سے بے خوف گزر جاوں گا
ہاتھ تھامے ہوئے جب شافعِؐ محشر ہوں گے

ہم سے انساں بھی باعجازِ شہہؐ دو عالم
بحرِ عصیاں سے ابھر کر لبِ کوثر ہوں گے

بن گیا وہ ہم نشیں حضرتِ روح الامیں
تیرے سنگِ در پہ جب رکھی مصدّق نے جبیں

چھوڑ کر جنت کو اپنی آگیا رضواں یہیں
رشکِ فردوسِ بریں ہے ہاں مدینے کی زمیں

لے چلوں تجھ کو وہاں پر اے مرے قلبِ حزیں
ہاتھ پھیلائے کھڑے ہیں جس جگہ پر مرسلیں

ابنِ مریمؑ، حضرت ایوبؑ، موسیٰؑ اور نوحؑ
چل درِ احمدؐ پہ مل جائیں گے تجھ کو سب وہیں

کیا کرے گا کوئی انساں اس محمدؐ کی ثناء
جس کا ہو قران میں مدّاح ربّ العالمیں

ذہنِ انساں کی سمجھ سے دور ہے اس کا مقام
خالقِ عالم ہی جانے کیا ہے وہ اور کیا نہیں

کس طرح سے بے پڑھا لکھا اسے ہم مان لیں
بابِ علم و بابِ حکمت جس کا ہو اک جانشیں

ٹانکتا ہو جوتیاں جس کی نصیری کا خدا
اے فرشتو کیا بشر ایسا بھی دیکھا ہے کہیں

غبارِ راہ سے اٹھتی ہوئی ضیا پہ سلام
مسافرانِ مدینہ کی خاکِ پا پہ سلام

سلام روضۂ اقدس پہ بہتے اشکوں پر
لرزتے لب سے نکلتی ہوئی دعا پہ سلام

ابھی درود کے الفاظ لب پہ جاری تھے
فلک سے آیا غلامانِ مصطفیٰؐ پہ سلام

بلال، ساری صدائیں تری اذاں پہ نثار
نبیؐ کے دل میں اترتی ہوئی صدا پہ سلام

وہ جس کو اوڑھ کے آرام پا رہے ہیں رسولؐ
سلام چادرِ تطہیرِ فاطمہؑ پہ سلام

وہ جس میں دفن ہیں پیارے رسولِؐ اکرم کے
لہو سے سرخ اُسی ارضِ کربلا پہ سلام

متاعِ شعر مصدقؔ عطا ہوئی تجھ کو
ترے نبیؐ ترے سرکارؐ کی عطا پہ سلام

خدا کا شکر کہ آوارگی سے دور رہا
سوائے ذاتِ نبیؐ میں سبھی سے دور رہا

عجیب شخص تھا شہرِ نبیؐ سے دور رہا
اسیرِ شب تھا مگر روشنی سے دور رہا

میں خوش نصیب ہوں، دامن تھا ان کے ہاتھوں میں
وگرنہ رنجِ جہاں کب کسی سے دور رہا

دیا ہے ایسے گدا کو بھی میرے آقاؐ نے
وہ ناشناس جو ان کی گلی سے دور رہا

میں فطرتاً اسے اپنا کبھی بنا نہ سکا
وہ بد نصیب جو سرکار ہی سے دور رہا

اسی لیے تو تُو دینِ نبیؐ سمجھ نہ سکا
کہ تو رسولؐ کے نائب علیؑ سے دور رہا

کچھ ایسا حال تھا نعتِ رسولؐ سے پہلے
سخن کا حسن میری شاعری سے دور رہا

غزل کا دور ہے لیکن قلم مصدقؔ کا
نبی سے دور نہ آلِ نبیؐ سے دور رہا

ہمیشہ دل میں نبیؐ نبیؐ ہے، نظر میں روضہ کی روشنی ہے
ہے دھڑکنوں کی اِدھر عبادت، اُدھر نگاہوں کی بندگی ہے

کسی کی مدحت میں آج جیسے لبوں پہ آیت اُتر رہی ہے
زبانِ شاعر تو چپ ہے لیکن زبانِ قرآن بولتی ہے

رسولِؐ حق کی میں نعت پڑھ کر بلندیوں پر پہنچ گیا ہوں
یہ شاہِؐ معراج کا ہے صدقہ، مری بھی معراج ہو رہی ہے

ترےؐ ہی قدموں کی دھول ہے یہ فلک پہ پھیلے ہوئے ستارے
سمجھتے ہیں سب جسے ثریا، ترےؐ مدینے کی اک گلی ہے

نہ جانے کس کا یہ فیصلہ ہے، نہ چھوئے کوئی حرم کی جالی
زمانہ بادِ صبا کو روکے، جو رات دن اُس کو چومتی ہے

یہ کہہ دو عیسائیوں سے جا کر، کریں زیارت وہ میرے آ کر
جبین میری درِ نبیؐ پر، جبینِ عیسیٰؑ سے مل چکی ہے

ہیں جن کے رہبر خطا کے پیکر، بھٹکنا اُن کا نصیب ٹھہرا
مگر مرے چودہ رہبروں میں، ہر اک محمدؐ ہر اک علیؑ ہے

کہاں مصدقؔ کی بے نوائی، کہاں یہ حمد و ثنا کی محفل
یہ سب تمہارا کرم ہے آقاؐ کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

حُسنِ یوسفؑ کا یہاں کوئی خریدار نہیں
یہ مدینہ ہے کوئی مصر کا بازار نہیں

دشمن آلِ محمدؐ سے سروکار نہیں
ہم محمدؐ کے وفادار ہیں غدار نہیں

ایسی تاریخ رسالت ہمیں درکار نہیں
جس کے صفحوں میں کہیں عترتِ اطہار نہیں

تاج بھی غیر سے لینے کو میں تیار نہیں
آپ کے در کے بھکاری کا یہ میعار نہیں

تیرے اُس دورِ یتیمی کے تصدق، کہ جہاں
ابو طالبؑ کے سوا کوئی مددگار نہیں

گود میں لے کے نواسے کو بہت روئے ہیں
پھر بھی کہتے ہو کہ سرکارؐ عزادار نہیں

تو یہ کہتا ہے محمدؐ کا نہیں تھا سایہ
کیا نگاہوں میں تیرے حیدرؑ کرار نہیں

وہ تو اپنے ہیں جو شک کرتے ہیں ہر دم ورنہ
تیری عظمت سے تو غیروں کو بھی انکار نہیں

ہم ترے در کے عوض خلد کا گلشن لے لیں
عشق کرتے ہیں تری ذات سے بیوپار نہیں

پورا قرآن مصدّق ہے تمہارے آگے
مدح و توصف محمدؐ کوئی دشوار نہیں

کس قدر رنگیں فضا ہے نعت پڑھتے جایئے
جوش میں بزمِ ولا ہے نعت پڑھتے جایئے

ہر طرف بس یہ صدا ہے نعت پڑھتے جایئے
نعرۂ صلِ علیٰ ہے نعت پڑھتے جایئے

رحمتوں کی انتہا ہے نعت پڑھتے جایئے
دل مدینہ ہو گیا ہے نعت پڑھتے جایئے

ذکرِ محبوبِؐ خدا ہے نعت پڑھتے جایئے
آج خالق ہم نوا ہے نعت پڑھتے جایئے

کوہ و دریا، دشت و صحرا، پھول، کلیاں، گلستاں
سارا عالم سن رہا ہے نعت پڑھتے جایئے

سارے اصنافِ سخن کا لطف سب اپنی جگہ
نعت کا اپنا مزا ہے نعت پڑھتے جایئے

جس میں ذہنی اضطرابی کے سوا کچھ بھی نہیں
اُس غزل میں کیا دھرا ہے نعت پڑھتے جایئے

میرے مولاؑ نے بہت کی ہے ثنائے مصطفیؐ
سنّتِ شیرِؑ خدا ہے نعت پڑھتے جایئے

دردِ دل ہوگا نہ ہوگی روحِ انساں بے سکوں
یہ بڑی اچھی دوا ہے نعت پڑھتے جایئے

اے مصدقؔ دل کا یہ انداز کتنا خوب ہے
وہ مسلسل کہہ رہا ہے نعت پڑھتے جایئے

لب سے جب نامِ محمدؐ کو نکلتے دیکھا
ہم نے ہر بار مقدر بدلتے دیکھا

اُنؐ کے میخانے میں گرنے کا تصور کیسا
اُنؐ کے رندوں کو ہمیشہ ہی سنبھلتے دیکھا

کتنا روشن ہے بلالِؓ حبشی کا چہرہ
ہم نے سورج کے کلیجہ کو بھی جلتے دیکھا

کھُل گیا راز مسیحائی کا آخر اک دن
ابنِؑ مریم کو ترےؐ گھر سے نکلتے دیکھا

کیسی پر کیف ہے گلزارِ مدینہ کی طلب
ہم نے رضوان کو جنت میں مچلتے دیکھا

حسنِ یوسفؑ کی گرفتار زلیخا ہے مگر
لبِ یوسفؑ سے محمدؐ ہی نکلتے دیکھا

کیوں نہ وہ لائقِ سجدہ ہو مصدقؔ جس نے
حُسن کو پیکرِ سرکارؐ میں ڈھلتے دیکھا

ملے گا کیا ہر اک در پر گدائی آزمانے سے
میں جو چاہوں وہ لے آؤں نبیؐ کے آستانے سے

اندھیری رات میں بھی راستہ دکھلائی دیتا ہے
مرے سرکارؐ کے نقشِ کفِ پا جگمگانے سے

بہت مشکل ہے آنکھوں کو ضیائے طور سے بھر لیں
مگر یہ بات ممکن ہے مدینہ آنے جانے سے

سنے ہیں واقعاتِ حسن، یوسفؑ کے بہت لیکن
سب افسانے بنے سرکارؐ کے تشریف لانے سے

حسیں پھولوں نے اک دن راز کی یہ بات کہہ ڈالی
بہار آتی ہے گلشن میں نبیؐ کے مسکرانے سے

یہاں ہر شخص کی آغوش مین قرآن پلتا ہے
محبت کیوں نہ ہو ہم کو محمدؐ کے گھرانے سے

گھٹانے والے خود گھٹ جائیں گے خالق کی نظروں میں
رسولِؐ حق کی عظمت گھٹ نہیں سکتی گھٹانے سے

فرشتو، زندگانی میں مصدقؔ کیا عمل کرتا
اسے فرصت کہاں تھی نعت سننے اور سنانے سے

مختصر یہ ہے فضیلت آپؐ کی
ہے فضیلت کو ضرورت آپؐ کی

صرف لفظِ کُن کی ساری بات تھی
اس سے آگے ہے حکومت آپؐ کی

میرے پیچھے ہے گناہوں کا ہجوم
میرے آگے ہے شفاعت آپؐ کی

آمنہؑ بی بی کے قدموں کے نثار
دیکھتا ہوں اُن میں جنت آپؐ کی

عمر بھر میں آیتیں پڑھتا رہا
ہے یہی دراصل مدحت آپؐ کی

آپ کی میٹھی زباں پیارے اصول
کتنی آساں ہے شریعت آپؐ کی

سر کٹا دے گا نواسہ آپؐ کا
رائگاں ہوگی نہ محنت آپؐ کی

آپ قرآں کی تلاوت کر گئے
دین کرتا ہے تلاوت آپؐ کی

جھوٹ اپنا سر چھپائے گا کہاں
چار جانب ہے صداقت آپؐ کی

نعت کی دولت مصدقؔ کو ملی
یہ بھی ہے آقاؐ عنایت آپؐ کی

نبیؐ نبیؐ مری عادت ہے کیا کیا جائے
تیرے لئے یہی بدعت ہے کیا کیا جائے

نہ ٹوک حافظِ قرآں ثنائے احمدؐ پر
یہ اپنے دل کی تلاوت ہے کیا کیا جائے

درِ رسولؐ پہ سجدوں سے روکنے والو
یہ اپنا طرزِ محبت ہے کیا کیا جائے

مدینہ جا کے بھی بوسہ نہ لوگے جالی کا
تمھاری ایسی ہی قسمت ہے کیا کیا جائے

نبیؐ کے ساتھ علیؑ کا نہ نام لیتے مگر
نظر میں دوشِ رسالتؐ ہے کیا کیا جائے

تمہاری بات بھی دلچسپ ہے مگر رضواں
مری مدینہ میں جنّت ہے کیا کیا جائے

گھٹا رہا ہے مصدقؔ زمانہ ان کا مقام
یہ اک پرانی سیاست ہے کیا کیا جائے

نکھرا ہوا ہے حُسن ہر اک لالہ زار کا
ہے آج اور رنگ گلوں کے نکھار کا

چہرہ کِھلا ہوا ہے گلِ مشک بار کا
دیکھے کوئی خرام نسیمِ بہار کا

اس رنگ و بو کے جشن سے لگتا ہے جیسے آج
گلشن میں ہے ورود کسی گل عذار کا

بلبل چہک چہک کے سناتی ہے یہ خبر
دنیا میں آرہا ہے نبیؐ کردگار کا

انسانیّت کی چشمِ تمنّا سے یہ کہو
اب ختم ہے زمانہ ترے انتظار کا

اس بوریا نشیں پہ ہمارا سلام ہو
سر خم ہے جس کے در پہ ہر اک تاجدار کا

شق القمر پہ مجھ کو تو حیرت نہیں کوئی
ہے یہ تو اک نمونہ تیرےؐ اختیار کا

محفل میں کس نے ذکر مدینہ کیا ہے آج
مشکل ہے اب سنبھلنا دلِ بے قرار کا

ہر اک کہے گا یہ بھی محمدؐ ہے دیکھنا
اُٹھنے تو دو نقاب مرے پردہ دار کا

کیا اس سے بڑھ کے اور میں مدحت بیاں کروں
آقا ہے اے نبیؐ تو شہِؑ ذوالفقار کا

مدّت سے اک تڑپ ہے مصدّق کے قلب میں
جلوہ دکھا دے اب تو تو اپنے دیار کا

سب جہاں کا نظام تم سے ہے
صبح تم سے ہے، شام تم سے ہے

خلق جو بھی کیا ہے خالق نے
سب، رسولِ انام تم سے ہے

ہر نبیؑ کا مقام اپنی جگہ
لیکن اُن کا مقام تم سے ہے

کفر و الحاد اور شرک و نفاق
سب کی نیندیں حرام تم سے ہے

وہ جو رہبر تھے سب تھے اُمت سے
میرا ہر اک امامؑ تم سے ہے

وہ نواسے کو قتل کیوں کرتے
اصل میں انتقام تم سے ہے

بھیڑ چاروں طرف ہے لوگوں کی
اور مصدق کو کام تم سے ہے

شام زلفیں ہیں تری صبح ہے چہرہ تیراؐ
وقت کی نبض پہ چھایا ہے سراپا تیراؐ

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت کیا ہے
سارے پھولوں نے چرایا ہے پسینہ تیراؐ

منزلِ قبر میں کیا خوب مزا آئے گا
ہم فرشتوں کو سنائیں گے قصیدہ تیراؐ

کیوں نہ رضوان بھی کھو جائے انہی گلیوں میں
باغِ فردوس سے بڑھ کر ہے مدینہ تیراؐ

میں اکیلا نہیں اس گنبد خضرا کے تلے
سارے نبیوںؑ کی گزرگاہ ہے روضہ تیراؐ

خون مانگے گی تیرے دین کی بے رنگ بہار
وقت آئے گا تو حاضر ہے نواسہ تیراؐ

صحنِ افلاک پہ رقصاں ہیں جو مہتاب و نجوم
ہم تو اس کو بھی سمجھتے ہیں ارادہ تیراؐ

اے رسولؐ دوسرا اپنے مصدقؔ پہ کرم
چاہے جیسا ہی سہی، ہے تو وہ شیدا تیراؐ

شرابِ عشقِ نبیؐ کا خمار آئے گا
خرد کو ہوش، جنوں کو قرار آئے گا

تمہارے کوچہ میں سب رنگ و بو سمٹ آئے
تمہارے کوچہ میں لطفِ بہار آئے گا

جب آسمان میں بھٹکے گی جستجوئے بشر
خیال آپؐ کا بے اختیار آئے گا

کسی کے نقشِ قدم جب ملیں گے گردوں پر
ہماری بات پہ تب اعتبار آئے گا

نگاہِ عشق میں انوارِ کہکشاں کی جگہ
تمہاری راہِ سفر کا غبار آئے گا

اگر تلاوتِ قرآں میں دل بھی شامل ہو
زباں پہ نامِ نبیؐ بار بار آئے گا

سناؤ نعت مصدقؔ مگر بجز اُن کے
سکوں ملے گا، نہ دل کو قرار آئے گا

تمہارے ہی باعث یہ دنیا بنی ہے تمہارے ہیں سارے نظارے محمدؐ

بتاتی ہے شق القمر کی فضیلت تمہارے ہیں چاند اور ستارے محمدؐ

حسینؑ و حسنؑ فاطمہ، شیرِ یزداں ہیں کتنے حسیں گل عذارِ محمدؐ

گلستانِ تطہیر کیسا کھلا ہے کوئی آکے دیکھے بہارِ محمدؐ

نہ سنت کو سمجھا نہ سیرت کو جانا نہ کملی سے باہر نکالا نبیؐ کو

کبھی ذکرِ گیسو کبھی ذکرِ پیکر نہ سمجھے گا واعظ وقارِ محمدؐ

تم ایک داغِ بد ہو وہ اک نقشِ تاباں تم اک خارِ گل وہ بہارِ گلستاں

انہیں اپنے جیسا خدارا نہ سمجھو حبیبِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ

فضیلت کا دعویٰ نہیں شیخ مجھ کو مگر اک ذرا فرق ہے تجھ میں مجھ میں

ترے رہنما ہیں خطاؤں کے بندے مرے رہبروں میں ہیں سارے محمدؐ

وہ امت ہے یارو یہ آلِ نبیؐ ہے وہ ان کا مقدر یہ ان کی ہے قسمت

وہاں ہے زمامِ حکومت پہ قبضہ یہاں گیسوئے عطر بارِ محمدؐ

مصدّق دعا ہے یہ ربِ جہاں سے چلے یہ قلم مدحِ آلِ نبیؐ میں

مرا ہر تخیل فدائے علیؑ ہو مرا ہر تصور نثارِ محمدؐ

مناقبِ

مولائے کائنات

حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ

ہمیں صدائے سلونی نے یوں اُبھارا ہے
شعور و فکر میں جو کچھ بھی ہے ہمارا ہے
اسی کو خیبر و خندق میں کردیا محدود
جو نام علم کا سب سے بڑا ادارہ ہے

اگر ہم نفس کی تاریکیوں میں ڈوب جائیں گے
تو پھر یوں ہی ابوجہلوں کے سامنے دندنائیں گے

نئے لات و منات آکر نئے فتنے اٹھائیں گے
خرد کی سرزمیں میں جہل کی ظلمت اُگائیں گے

علیؑ کے در سے دانش کی ابابیلوں کو لے آؤ
وگرنہ گمرہی کے ابرہہ بڑھتے ہی جائیں گے

کوئی اس کعبۂ عقل و خرد کی بے بسی دیکھے
نہ جانے اہلِ باطل اور کتنے بت بنائیں گے

تو کعبہ کو بتوں سے پاک کرنا بھی ضرور ہے
علیؑ والے ہیں، آخر کب تلک دامن چھڑائیں گے

مقابل مکۂ ادراک کے کفار بیٹھے ہیں
ہمارے پاس کیا ہے، کون سی تیغیں چلائیں گے

خدارا بت شکن کے ماننے والے سمجھ جائیں
کہ اب نہج البلاغہ کے مطالب کام آئیں گے

عقیدہ اپنا نازک ہے، اسے محفوظ رکھنا ہے
وگرنہ اس کو یہ ظالم درندے پھاڑ کھائیں گے

قلم کی جنگ ہے، فکر و نظر رن میں ہیں صف آرا
یہاں پر بس سلونی کے شناور جیت پائیں گے

جہانِ نو میں یارو، مجلسی نکتے نہیں چلتے
نئے ماحول میں کب تک پرانے گیت گائیں گے

خدایا ہم کو اب اس ایک منظر کی تمنا ہے
بتوں کو توڑ کر جب حیدری نعرہ لگائیں گے

مصدقؔ توڑتے جائیں گے بت اور اس عمل کے ساتھ
علیؑ کی مدح کر کے خلد میں ہم گھر بنائیں گے

علیؑ کی مدح کا پورا نصاب رکھتے ہیں
ہم اپنے گھر میں خدا کی کتاب رکھتے ہیں

عجیب لوگ ہیں جنت کے خواب رکھتے ہیں
علیؑ سے بغض بھی خانہ خراب رکھتے ہیں

غدیرِ خم کا نشیلا مزاج ہے جس میں
ہم اپنے جام میں ایسی شراب رکھتے ہیں

مخالفت کے یہ کانٹے ہمیں نہیں چبھتے
کہ ہم ثنائے علیؑ کے گلاب رکھتے ہیں

بجائے طور جلا عین لام ی کے چراغ
یہ سب حروف وہی آب و تاب رکھتے ہیں

حسد کی آگ میں ایسے جھلس گئے ہیں دل
کہ لوگ دل نہیں رکھتے کباب رکھتے ہیں

حسد، نفاق، کدورت، سیاہ دل، دوزخ
مخالفانِ علیؑ سب عذاب رکھتے ہیں

ذرا سا ذوقِ عمل بھی کہیں سے مل جائے
دلوں میں حب علیؑ بے حساب رکھتے ہیں

☆☆☆

ہم تصور میں شیخ جی اکثر
تیری باتوں پہ مسکرائے ہیں
بغضِ حیدر ہے شوقِ جنت بھی
تو نے کیا کیا فریب کھائے ہیں

عرشِ بریں کی سمت تخیل سفر میں ہے
باغِ ارم کا حُسن بہارِ نظر میں ہے

رضوانِ خلد اشکِ مودت پہ کر نظر
کوثر کی ایک موج مری چشمِ تر میں ہے

وہ حُور جس کے واسطے بے تاب ہے جہاں
اس کی ادائے ناز مری رہ گزر میں ہے

واعظ یہی ہے فرق گمان اور یقین کا
جنّت ترے خیال میں میری نظر میں ہے

کعبہ چمک رہا ہے تو مانندِ آفتاب
کیسا یہ نور آج ترے بام و در میں ہے

کس نے ردائے ظلمتِ شب تار تار کی
تاریکیوں سے چل کے تو بزمِ سحر میں ہے

تیری تجلّیوں کی ضمانت ہے اے صدف
وہ روشنی جو جلوۂ حسنِ گہر میں ہے

میں خاک سے بنا ہوں جھکوں کس کے سامنے
اے دل، ابو تراب بتا کس کے گھر میں ہے

سن کر تری صدائے سلونی کی گونج کو
اک انقلاب آج بھی فکرِ بشر میں ہے

مانا کہ تو ہے میری رگِ جاں سے بھی قریب
احساس تیرے لمس کا قلب و جگر میں ہے

لیکن تیرے مقام تک آے گا کب شعور
صدیوں سے میری عقل برابر سفر میں ہے

یہ کس کا فیض ہے کہ مصدقؔ تری دعا
دل سے نکل کے آج دیارِ اثر میں ہے

گرمیِ قلب و نظر ہے، شوخیِ افکار ہے
ہاں مگر مجبور میری طاقتِ گفتار ہے

ہے زباں بے بس مری، میرا سخن لاچار ہے
کس کی مدحت ہے کہ میرا سارا فن بے کار ہے

مدحتِ شیرِ خداؑ دشوار ہے، دشوار ہے
اے مرے خالق، مجھے تیرا قلم درکار ہے

مسکراہٹ آئی تھی ہونٹوں پہ بس بے اختیار
لوگ سمجھے خانۂ کعبہ کی شق دیوار ہے

چھوڑ کر دامن علیؑ کا حج و عمرہ مت کرو
ہے مکیں سے دشمنی تم کو، مکاں سے پیار ہے

تم نہ سمجھو گے اِسے، دراصل کعبہ کا طواف
''جشنِ میلادِ جنابِ حیدرؑ کرار ہے''

بزم میں آؤ تو چہرے کا تغیر دیکھ لو
دوستی اور دشمنی کا بس یہی میعار ہے

جاں فشانی کہہ رہی ہے بوذرؓ و سلمانؓ کی
عاشقِ شبیرؑ خدا ہونا بہت دشوار ہے

اپنے بچوں کے گلے کٹوا سکے جو دشت میں
مصطفیٰؐ کی جانشینی کا وہی حقدار ہے

اے مصدقؔ تجھ کو اُن سے پیار ہے مانا، مگر
کاش وہ بھی آ کے کہہ دیں ہم کو تجھ سے پیار ہے

☆☆☆

مصیبت میں ذوقِ دعا بھی دیا ہے
مری محنتوں کا صلہ بھی دیا ہے
اگر مشکلیں دی ہیں میرے خدا نے
مجھے ایک مشکل کشاؑ بھی دیا ہے

گلشن کا نہ خوشبو کا نہ گل کا نہ کلی کا
بس ذکر کئے جایئے گلزار نبیؐ کا

اک چھوٹا سا ذرہ بھی نہیں اور کسی کا
سب کچھ ہے زمانے میں محمدؐ کا ، علیؑ کا

مئے حیدرِؑ کرار کی، مئے خانہ نبیؐ کا
کیا خوب مزا آئے گا اب بادہ کشی کا

وہ وِرد کئے جاتے ہیں زردار و غنی کا
میں نادِ علیؑ، نادِ علیؑ، نادِ علیؑ کا

اچھا ہے تیرے واسطے تو مان لے ورنہ
ہم کو بھی کوئی شوق نہیں دردِ سری کا

آدمؑ سے بہت پہلے کسی نے یہ کہا تھا
اعلان ہوا آج محمدؐ کے وصی کا

یہ بزم، یہ رفعت، یہ ثنا اور مصدقؔ
رتبہ تو ذرا دیکھیئے قسمت کے دھنی کا

ہم سے مت پوچھو ملا کیا کیا علیؑ کے نام سے
جو بھی پایا ہم نے وہ پایا علیؑ کے نام سے

بغضِ حیدرؑ لے کے حج پر جا رہے ہو حاجیو
سوچ لو کعبہ بھی ہے کعبہ علیؑ کے نام سے

آج بھی آواز آتی ہے مجھے بہلول کی
شوقِ جنّت ہے تو آ لے جا علیؑ کے نام سے

توڑ ڈالے میں نے تیرے سارے ساغر ساقیا
چڑھ گیا ہے مجھ پہ تو نشّہ علیؑ کے نام سے

دل میں گر نہج البلاغہ کی تجلّی ڈال دیں
ہم اُلٹ سکتے ہیں یہ دنیا علیؑ کے نام سے

ڈال سکتا کاش میں سارا جہاں کشکول میں
جب گداگر نے کبھی مانگا علیؑ کے نام سے

شکر ہے مالک کہ یہ نسبت مقدر سے ملی
مجھ کو سب لوگوں نے پہچانا علیؑ کے نام سے

آخرت تو آخرت، دنیا سنور جاتی تری
تو اگر ہو جاتا وابستہ علیؑ کے نام سے

ہاں مصدقؔ یاعلیؑ کہہ کر اُٹھاتا ہے قلم
اور یہ قطرہ بنا دریا علیؑ کے نام سے

ہمیں نہ پوچھئے کیا کیا علیؑ سے ملتا ہے
طلب ہو قطرہ تو دریا علیؑ سے ملتا ہے

خدا کے گھر کو چھڑایا بتوں کے قبضے سے
تو پھر خدا کو بھی کعبہ علیؑ سے ملتا ہے

ہم اہلِ عشق دعائے کمیل کیوں نہ پڑھیں
ہمیں دعا کا سلیقہ علیؑ سے ملتا ہے

زمانہ بھاگ رہا ہے نصیب کے پیچھے
نصیب کو بھی ستارہ علیؑ سے ملتا ہے

مقام دین میں مولاؑ کا پوچھنے والو
ہمیں تو دین ہی سارا علیؑ سے ملتا ہے

علیؑ کو دیکھا تو سمجھو خدا کو دیکھ لیا
سنا ہے اس کا بھی چہرہ علیؑ سے ملتا ہے

علیؑ کا چاہنے والا ہو جس زمانے میں
تصورات میں مولا علیؑ سے ملتا ہے

یہ شعر کہنا مصدقؔ ترا کمال نہیں
تیرے قلم کو سہارا علیؑ سے ملتا ہے

☆☆☆

مہکا ہوا تھا پھول گلستاں کی گود میں
ایماں کا سارا حُسن تھا ایماں کی گود میں
آغوشِ مصطفیٰؐ میں علیؑ تھے یا یوں کہوں
تفسیر جلوہ ساز تھی قرآں کی گود میں

ہے نورِ خدا ہر طرف جلوہ آرا
کہ کعبہ میں آیا ہے مولاؑ ہمارا

مبارک ہو ایماں ولادت علیؑ کی
کہ کشتی کو تیری ملا ہے کنارا

نصیری نہ کیوں ہو مسرّت میں شامل
وہ اس کا خدا ہے جو مولا ہمارا

فلک سے کوئی بوترابؑ آرہا ہے
زمیں کے مقدر کا چمکا ستارا

علیؑ کیوں نہ مشکل کشائے جہاں ہو
مصیبت میں ان کو نبیؐ نے پکارا

علیؑ کے سوا کیوں کسی کو پکاریں
کسی نے کسی کو دیا ہے سہارا

علیؑ ایک نقطہ علیؑ ایک محور
علیؑ ایک قراں علیؑ ایک پارہ

مبارک ہو عمرانؑ یہ نورِ مجسم
یہ قران خالق نے تم پہ اتارا

علیؑ نے زمانے کی قسمت بنائی
علیؑ سے ضیا لے رہا ہے ستارا

جو چوکھٹ پہ آیا وہ زُہرہ جبیں ہے
جو ان سے جدا ہے وہ قسمت کا مارا

تمہیں اہلِ دنیا ہے نفرت علیؑ سے
کریں ہم بھلا تم کو کیسے گوارا

ہمارا تمہارا یہی فیصلہ ہے
ہمارا ہمارا تمہارا تمہارا

اس طرح بیٹھا ہوا ہوں میں ثناخوانوں کے بیچ
جیسے پروانہ کوئی آجائے پروانوں کے بیچ

شیخ کے منہ میں بھی بھر دیں گے صدائے یا علیؑ
آ تو جائے وہ کبھی ہم جیسے دیوانوں کے بیچ

دشمنانِ آلِ احمدؐ سے شکایت کس لئے
کچھ درندے بھی تو آ سکتے ہیں انسانوں کے بیچ

کیا خبر تربت میں کب آکر گئے منکر نکیر
میں تو محوِ خواب تھا چودہ نگہبانوں کے بیچ

دین کی ہر بات کا ادراک ہم سے پوچھیئے
زندگی ہم نے گزاری ہے عزاخوانوں کے بیچ

اے مصدقؔ ہم تو ہیں اُن کے غلاموں کے غلام
درسِ آزادی دیا ہے جس نے زندانوں کے بیچ

کہتے ہیں مجھ سے لوگ نبیؐ اور علیؑ کہوں
دل نے کہا چراغ کہوں روشنی کہوں

بغضِ علیؑ کو کس لیے بغضِ علیؑ کہوں
بہتر ہے صاف صاف اسے خودکشی کہوں

حیران ہوں یہ کس نے علیؑ کو خدا کہا
میرے تو دل میں ہے کہ خدا کو علیؑ کہوں

عزت کروں سلام کروں سب سہی مگر
ہر ایرے غیرے شخص کو کیسے ولی کہوں

سیدھا اصول ہے میرا خیبر کے باب میں
یہ کام تم کرو تو تمہیں بھی جری کہوں

خود اپنا نام دے کے خدا نے علیؑ کہا
کیا جرم ہے علیؑ کو اگر میں علیؑ کہوں

زم زم بغیرِ الفتِ حیدر حرام ہے
کعبے کے سامنے میں اسے مئے کشی کہوں

اتنا تو مرتبہ نہیں جنت کا دوستو
جنت کو کس لیے میں نجف کی گلی کہوں

فتویٰ جو یا علیؑ کے مخالف نے دے دیا
سوچا ہے اس پہ کچھ نہ کہوں یا علیؑ کہوں

کچھ نہیں آتا میرے یارو زباں پر خودبخود
ہاں مگر نامِ علیؑ آیا ہے اکثر خودبخود

ہو نہ ہو یہ مظہرِ شانِ خدا کا حکم ہے
ورنہ بن سکتا ہے کیا دیوار میں در خودبخود

صرف لب کھولے تھے شہرِ علم کے در نے ابھی
روشنی دینے لگا کوفے کا منبر خودبخود

کس نے آکر خانہء کعبہ میں لیں انگڑائیاں
دیکھیئے ہلنے لگا ہے بابِ خیبر خود بخود

پوچھا مجھ سے کس کے نقشِ پا کی ہے تجھ کو طلب
ذہن میں ابھری مرے تصویرِ قنبر خودبخود

کچھ نہ کہیئے صرف آہستہ سے کہہ دیجئے نجف
جاگ اٹھیں گے میرے ارمانوں کے لشکر خودبخود

شیخ جی قران پڑھتے ہیں تو پڑھنے دیجئے
اپنا کیا ہے ہو رہی ہے مدحِ حیدرؑ خود بخود

لکھ رہا تھا میں مقدر کی بلندی کا بیاں
بن گیا قرطاس پر لفظِ ابوذرؓ خودبخود

اے مصدقؔ قبر میں تجھ کو ڈراتے ہیں ملک
یا علیؑ کہہ دے بدل جائیں گے تیور خودبخود

لب پر ثنا علیؑ کی ہے نعرہ علیؑ کا ہے
کھاتا ہے جو علیؑ کا وہ گاتا علیؑ کا ہے

کیسا سوال کرتے ہو، کیا کیا علیؑ کا ہے
جو کچھ ہے کائنات میں سارا علیؑ کا ہے

قرآن پڑھ رہا ہے بہت جھوم جھوم کر
حافظ کو کیا خبر یہ قصیدہ علیؑ کا ہے

پھیلی ہوئی ہے نہجِ بلاغت کی روشنی
دنیائے آگہی میں اُجالا علیؑ کا ہے

جس کی نگاہ علم کے جوہر پرکھ سکے
کرلو یقیں وہ ماننے والا علیؑ کا ہے

جنت کے در پہ صاف یہ لکھا ہوا ملا
وہ آئے جس کے پاس اجازہ علیؑ کا ہے

کیسے نہ ہم کو مسجد و کعبہ سے پیار ہو
مسجد علیؑ کی خانۂ کعبہ علیؑ کا ہے

کس ذات کا ہے شخص مصدق خبر نہیں
خود کو فقط غلام بتاتا علیؑ کا ہے

☆☆☆

دیکھو جسے وہ بزم میں ساغر بہ لب ہے آج
ہر ایک کو شرابِ ولا کی طلب ہے آج
میکش ہر ایک جام پہ کہتے ہیں اور اور
ساقی انہیں نہ روک کہ تیرہ رجب ہے آج

لبوں پر حیدرؑ کرار کی مدحت سرائی ہے
طبیعت کلِ ایماں پر فقط ایمان لائی ہے

چلو کعبہ میں وجہہ اللہ کی جلوہ نمائی ہے
اِسی منظر کی خاطر خود نبوت چل کے آئی ہے

خدا کے گھر، تیرے ماتھے کی کرنیں صاف کہتی ہیں
تیری دیوار ہی کیا، آج قسمت مسکرائی ہے

کہو ان مشکلوں سے اب نبیؐ سے دور ہو جائیں
نبیؐ کی گود میں اک پیکرِ مشکل کشائی ہے

سلونی کا وہ منبر آج بھی نزدیک ہے میرے
خدا رکھے مری نہج البلاغہ تک رسائی ہے

پکارا تم نے استبداد کو اور بادشاہوں کو
ہمارے یا علیؑ کہنے میں بس ساری برائی ہے

مجھے تو حج بھی لگتا ہے کہ گویا ربِّ اکبر نے
علیؑ کی مدح خوانی کے لیے محفل سجائی ہے

مصدقؔ لوگ کس جنت کی ہم سے بات کرتے ہیں
یہ جنت تو فقط اک شعر سے ہم نے کمائی ہے

☆☆☆

وہ نورِ جلوۂ پروردگار کیا ہوگا
ذرا تو سوچو کہ اس کا وقار کیا ہو گا
وہ جس کے نام سے جلتے ہیں زندگی کے چراغ
بتاؤ خود وہ شہہؑ ذوالفقار کیا ہوگا

لو علیؑ کی ثنا سناتے ہیں
جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں

صرف ان کو سدا پکاریں گے
جو رسولوں کے کام آتے ہیں

ہم تو وہ ہیں جو یا علیؑ کہہ کر
آندھیوں میں دیے جلاتے ہیں

بغضِ حیدرؑ ہے، شوق جنت بھی
ہم یہ سن سن کے مسکراتے ہیں

مجھ کو مدحت کا لطف آتا ہے
آپ قرآن جب سناتے ہیں

ڈھونڈتے ہیں کسی کو کعبہ میں
صرف چکر نہیں لگاتے ہیں

سب ہے ظاہر جدارِ کعبہ سے
آپ کیوں بات کو چھپاتے ہیں

کتنے محکم ہیں کربلا والے
جو بھی کہتے ہیں کر دکھاتے ہیں

کام تم بھی زباں سے لیتے ہو
تم چلاتے ہو ہم کٹاتے ہیں

اے مصدّق یہ ضد نہ چھوڑیں گے
آپ بیکار سر کھپاتے ہیں

مدحتِ حیدرؑ میں آئے جب مزا اظہار کا
دل ابوذرؓ کا ہو، لہجہ میثمِؓ تمار کا

دوست ہے یا ہے وہ دشمن حیدرِؑ کرار کا
بس یہی میعار ہے انسان کے کردار کا

شیخ جی سنتے رہے تاریخ کعبہ کی مگر
اُٹھ گئے جب تذکرہ میں نے کیا دیوار کا

پھول سے نسبت نہ خوشبو سے اُنہیں ہے واسطہ
پھر وہ چکر کاٹتے ہیں کس لیے گلزار کا

یاعلیؑ کہنا نہ سیکھا ہوتا گر انسان نے
جانے کیا ہوتا جہاں میں بے کس و لاچار کا

گوشے گوشے میں جو ہے اللہ و اکبر کی صدا
دین پر احسان ہے یہ حیدریؑ تلوار کا

علم کی ہے تشنگی، اے خالقِ علمِ علیؑ
ذہن طالب ہے سلونی کے حسیں گفتار کا

اے مصدقؔ تم زمانے سے اُلجھنا چھوڑ دو
وہ بہانہ ڈھونڈتا رہتا ہے بس انکار کا

مدحِ حیدرؑ ہے، کوئی چھوٹا بڑا ہوتا ہے ہو
حق کی ہے تائید شاعر بے نوا ہوتا ہے ہو

یا علیؑ کہنے سے اپنا سب مرض جاتا رہا
اب بقولِ چارہ گر یہ لا دوا ہوتا ہے ہو

واسطہ آلِ محمدؐ کا نہیں تو کچھ نہیں
رات دن ہونٹوں پہ گر حرفِ دعا ہوتا ہے ہو

آگئے ہیں قبر میں میری مرے مولا علیؑ
اب سوالوں کا، فرشتو، سلسلہ ہوتا ہے ہو

فکر کیسی دوستو! نہج البلاغہ ساتھ ہے
علم کا در پیش، مشکل مرحلہ ہوتا ہے ہو

شیخ دامن تھام لے جو غیر کا تو کیا کریں
یہ قیامت میں اگر بے آسرا ہوتا ہے ہو

مانگی جائے گی مصدق حبِّ حیدرؑ کی سند
کوئی زاہد چاہے جتنا پارسا ہوتا ہے ہو

مزا زبان کا، دل کا قرار ذکرِ علیؑ
ہے ایک نعمت پروردگار ذکرِ علیؑ

مرا غرور، مرا افتخار ذکرِ علیؑ
میں کس لیے نہ کروں بار بار ذکرِ علیؑ

کسی کے لب پہ تبسم، کسی کے دل میں چبھن
کسی کا پھول، کسی کا ہے خار ذکرِ علیؑ

نہ تیغ چاہیے ان کو نہ نیزہ و خنجر
ہے ظالموں کے لیے ذوالفقار ذکرِ علیؑ

مخالفت کا وہ رخ اختیار کرتے ہیں
تو ہم بھی کرتے ہیں بے اختیار ذکرِ علیؑ

نکالیے سرِ بازار میثمی سکے
فرازِ دار کا ہے کاروبار ذکرِ علیؑ

رہِ عمل میں مصدقؔ بہت سنبھل کے چلو
کہ اصل میں ہے بہت تیز دھار ذکرِ علیؑ

مرے خدا مری قسمت میں روشنی لکھ دے
ہر ایک نقش مٹا کر فقط علیؑ لکھ دے

مری مجال کہاں اُن کا میں غلام بنوں
مرے لئے درِ قنبر کی نوکری لکھ دے

زباں کو حیدریؑ نعرہ عطا کیا مالک
اب اِس شعور میں افکارِ حیدریؑ لکھ دے

زمین چاہیے، چھوٹا سا گھر بنانا ہے
مرے نصیب، نجف کی کوئی گلی لکھ دے

علیؑ کو چھوڑ کے روزے بھی ہیں نمازیں بھی
جبیں پہ ایسوں کی کوئی جہنمی لکھ دے

فرشتو قبر میں پوچھو نہ کچھ مصدقؔ سے
کہو تو مدحتِ مولاؑ میں شاعری لکھ دے

مجھے جب بھی خدایا اذنِ مدحِ مرتضیٰؑ دینا
تو تُو میرے لئے اپنا قلم آگے بڑھا دینا

مرے ہر اک سوالِ عقل پر اے عقل کے خالق
مجھے بہلول کی مانند دیوانہ بنا دینا

قسم حق کی علیؑ کی مدح کچھ مشکل نہیں یارو
بہت آسان ہے میرے لیے قراں سنا دینا

اگر پوچھے کوئی اے دل تبسم کس کو کہتے ہیں
اسے جا کر جدارِ خانہء کعبہ دکھا دینا

علیؑ نے لائقِ سجدہ بنا ڈالا ہے اک گھر کو
اسی کو کہتے ہیں بت خانے کو کعبہ بنا دینا

مسلمانو جبینِ شوق کی قیمت ذرا سمجھو
ہے توہینِ جبیں ہر در پہ سر اپنا جھکا دینا

وہ دیکھو پھر جہالت ذہن کو الجھانے آئی ہے
ذرا اٹھ کر خداوندِ سلونی کو صدا دینا

مرے مالک قلم میرا علیؑ کے نام ہوجائے
مجھے اس کے سوا کوئی نہ مدحت کا صلہ دینا

نکھر آئے گی ہر تحریر لیکن شرط اتنی ہے
سخن کے آئینے کو مدحِ حیدرؑ کی جِلا دینا

زمانہ یاعلیؑ کہنے پہ جب ہو معترض یارو
جواباً زور سے تم نعرہء حیدرؑ لگا دینا

ہزاروں حجت و تکرار و گفتاری پہ بھاری ہے
مصدق شیخ کی باتوں پہ تیرا مسکرا دینا

نہ دریائے معانی سے نہ لفظوں کے سمندر سے
ثنا کا حق ادا ہوگا کتاب ربِ اکبر سے

جبیں کی ہے مزّیں میں نے خاکِ پائے قنبر سے
ستارے روشنی مانگیں گے اب میرے مقدر سے

قلم اکثر اڑا لاتا ہے خوشبو مدحِ مولاؑ کی
کبھی قراں کی آیت سے کبھی قولِ پیمبر سے

درِ مولاؑ پہ میں جبرئیل سے اِک دن ملا یارو
بہت اچھی رہی نوکر ملا جب ایک نوکر سے

اٹھانا در کو انگلی سے کوئی معنی نہیں رکھتا
فضیلت میرے مولاؑ کی بہت آگے ہے خیبر سے

خدا کی قوتوں کی کیا خبر مجھ جیسے انساں کو
انہیں پہچانتا ہوں قوتِ بازوئے حیدرؑ سے

قدم رکھنا تھا بس بنتِ اسد کا خانۂ حق میں
خدا کا گھر منور ہوگیا تنویرِ حیدرؑ سے

خدا کا گھر ہوا روشن تو اس کو یوں بھی کہتے ہیں
صدف نے روشنی کی بھیک مانگی اپنے گوہر سے

مصدقؔ مصطفیٰؐ کی جانشینی کا اسے حق ہے
گلے کٹوا سکے اولاد جس کی کند خنجر سے

قلم کی چھاؤں میں گنجینۂ ہنر ایسا
علیؑ کی مدح ہے آتا ہے اب نظر ایسا

درِ علیؑ پہ فرشتوں نے سر جھکایا ہے
نہ سر ملیں گے کہیں ایسے اور نہ در ایسا

وہ جس کے سامنے پیکر بنا تھا آدم کا
کسی نے دیکھا ہے فخرِ ابو البشر ایسا؟

سنبھالے نوحؑ کی کشتی کو ناخدا بن کر
کسی کے نامِ گرامی میں ہے اثر ایسا؟

کرے جو وقت پہ عیسیٰؑ کی بھی مسیحائی
نگاہِ خلق نے دیکھا ہے چارہ گر ایسا؟

کلیمؑ دیکھے نگاہوں میں جس کے طورِ جلی
کہیں سے لائے جہاں صاحبِ نظر ایسا

ہو جس کے دم سے سلیماںؑ کی سلطنت قائم
امیرِ کل نے لٹایا تھا مال و زر ایسا

جو خضرؑ کو بھی بتاتا ہو منزلوں کا پتہ
سفر کی گرد نے دیکھا ہے راہبر ایسا

نکالا ماہیء دریا سے جس نے یونسؑ کو
جہاں میں ایک ہے سلطانِ بحرو بر ایسا

وہ جس سے ماند پڑے سارا حُسن یوسفؑ کا
کہیں سے لاؤ چمکتا ہوا قمر ایسا

خدا نے گرچہ خلیلِ خدا سے بنوایا
وہ گھر بھی اس کے حوالے ہو معتبر ایسا

"بہک نہ جاتے نصیری تو اور کیا کرتے"
زمانہ ڈھونڈ کے لائے کوئی بشر ایسا

راہ میں سنگ ملے دھوپ ملی خار ملے
پھر ہوا یوں کہ مجھے حیدرؑ کرار ملے

میرے مالک تجھے خوابِ شبِ ہجرت کی قسم
جب پکاروں مری قسمت مجھے بیدار ملے

منبرِ اوجِ سلونی سے وہ لپٹی ہوئی خاک
ہاں اسی خاک کی بس تھوڑی سی مقدار ملے

غیر محفوظ سمجھتا تھا میں اشکوں کی فرات
خیر سے اس پہ بھی عباسِؑ علمدار ملے

کتنی بدنام تھی ہر بزمِ صداقت میں زباں
پھر مقدر سے اسے میثمِ تمار ملے

ہم تو جنت میں بہت دور تلک دیکھ آئے
اور کوئی نہ ملا صرف عزادار ملے

شاد تھی آیتِ تطہیر بہت زیرِ کسا
جیسے مانگے تھے اسے ویسے ہی کردار ملے

ایک دن کوچۂ قنبر سے مصدقؔ گذرا
خاک اٹھائی تو اسے خلد کے آثار ملے

رہِ حق میں جو پابندِ اطاعت ہو نہیں سکتی
وہ صرف اک بھیڑ ہوسکتی ہے، اُمت ہو نہیں سکتی

جبیں گھستے رہے، عاشور کا سجدہ بھلا بیٹھے
یہ سر کی شعبدہ بازی عبادت ہو نہیں سکتی

چلو مانا بہت دلکش ہیں سب فردوس کے منظر
مگر جنت مرے اشکوں کی قیمت ہو نہیں سکتی

یہ عصمت ہے، اصول اس کے بڑے بے باک ہوتے ہیں
یہاں پر سر تو کٹ سکتا ہے بیعت ہو نہیں سکتی

علیؑ ہیں، نیند ہے، اٹھی ہوئی تیغوں کے سائے ہیں
بغیر ان کے رسولِؐ حق کی ہجرت ہو نہیں سکتی

بتا اے خالقِ میثم زباں لے کر کہاں جائیں
حقیقت کہہ نہیں سکتے، مروت ہو نہیں سکتی

اُلٹ کر دیکھ لو انبار ان ساری کتابوں کے
امامت کے سوا شرحِ نبوت ہو نہیں سکتی

چلے ہو تم جو ممدوحِ خدا کا تذکرہ کرنے
مصدقؔ تم سے قنبر کی بھی مدحت ہو نہیں سکتی

سارے بتانِ جہل وہ مسمار کر گیا
ذکرِ علیؑ سے دل کا بھی کعبہ سنور گیا

جہلِ خرد کے واسطے کوئی جگہ نہیں
سارا زمانہ نورِ سلونی سے بھر گیا

دو لفظ میں سنا دوں میں تیرہ رجب کی بات
مالک جو اپنے گھر کا تھا، اپنے ہی گھر گیا

تیرہ رجب کی مئے سے ہی قائم ہے اپنا ہوش
مر جائے گی خرد جو یہ نشہ اُتر گیا

بے سود ہر کلام تھا منکر کے سامنے
تھا نعرۂ علیؑ جو مرا کام کر گیا

سورج کی اب کسی کو ضرورت نہیں رہی
نکلا رجب کا چاند، زمانہ نکھر گیا

شاعری کی وسعتوں میں یوں تو کیا ہوتا نہیں
مدحِ قنبر کا بھی لیکن حق ادا ہوتا نہیں

سب خدا کا، نفس، چہرہ، نام، مرضی، گھر، نگاہ
ویسے ہی کوئی نصیری کا خدا ہوتا نہیں

کتنے مردانِ جری دیکھے گئے تاریخ میں
لاپتہ ہوتے ہیں، کوئی لا فتیٰ ہوتا نہیں

ایسی بدحالی میں بھی تم یا علیؑ کہتے نہیں
پھر گلہ بھی کر رہے ہو معجزہ ہوتا نہیں

اس زمانے کے اندھیروں کا جسے ادراک ہو
وہ کبھی نورِ ولایت سے جدا ہوتا نہیں

ہے مصدقؔ کا وطن عشقِ علیؑ مرتضیٰ
اس وطن میں وہ کبھی بے آسرا ہوتا نہیں

شاہِ بحر و بر علیؑ، مولائے خشک و تر علیؑ
خالقِ کل ربِ داور، مظہرِ داور علیؑ

ہر فضیلت کی حدِ آخر سے بالا تر علیؑ
رک گئے کیوں آپ کہہ کر فاتحِ خیبر علیؑ

وہ بھی کیا لمحہ تھا جب میں آب اور مٹی میں تھا
اور قسمت لکھ رہی رہی تھی میرے ماتھے پر علیؑ

جام اُٹھا نہج البلاغہ کا مرے پیاسے شعور
دیکھ لائے ہیں کمالِ علم کا کوثر علیؑ

اے نصیری تم علیؑ کو کیوں خدا کہنے لگے
جو خدا ہے، میں تو کہتا ہوں اسے اکثر علیؑ

ایک دن میں بھی کبھی درِ نجف بن جاؤں گا
ہاں یہی ہوتا ہے گر چھولیں کوئی پتھر علیؑ

ایک ہی معیار تھا اور وہ تھا عصمت کا کمال
ہیں اسی باعث بتولِؑ پاک کے شوہر علیؑ

اپنے اس ٹوٹے قلم سے مدحِ مولاؑ کیا کروں
یوں ہی کاغذ چھوڑ دیتا ہوں میں لکھ لکھ کر علیؑ

وہ عبادت کا تسلسل، یہ شجاعت کا سفر
رونقِ محراب و منبر فاتحِ خیبر علیؑ

اے مصدقؔ زندگی اور موت میں کیا فرق ہے
قبر کے باہر علیؑ ہیں قبر کے اندر علیؑ

شعور و فکر پیاسے ہیں نہ دل ہے تشنہ کام اپنا
کسی نے یوں بھرا نہج البلاغہ سے یہ جام اپنا

مکاں کے ساتھ حق نے جب دیا مولاؑ کو نام اپنا
نصیری کی سمجھ تھی کر دکھایا اس نے کام اپنا

عزیزو راز بتلا دوں تمہیں خوابوں کی دنیا کا
میں لکھواتا ہوں اکثر جا کے میثم سے کلام اپنا

مودت کی عبادت کا عجب انداز ہوتا ہے
علیؑ لکھ کر قلم ہم چومتے ہیں صبح و شام اپنا

مکاں کے سامنے جھک کر مکیں سے دشمنی رکھی
ہمارا کیا، کیے جاؤ ہر اک سجدہ حرام اپنا

زباں تو بند کر ڈالی مگر ان کو نہیں معلوم
علیؑ والوں کا ہر کردار دے دے گا پیام اپنا

مری راتیں منور ہوگئیں رستے چمک اُٹھے
عذیرِ خم کے روشن سنگ ریزوں پر سلام اپنا

ذرا ٹھہرو ہم اپنی نیند سے بیدار ہو جائیں
علیؑ والے ہیں، دنیا کو بنائیں گے غلام اپنا

مصدقؔ ایک دن تھک ہار کے انساں پکارے گا
علیؑ مشکل کشا مولود کعبہ ہے امام اپنا

تاریخِ علم و فن کا سفر جس صدی میں ہے
اے بابِ علم تیری ضرورت اِسی میں ہے

دولت فقط علیؑ کی محبت کا نام ہے
کیا زر کی بات کرتے ہو، زر بوذری میں ہے

پل بھر میں میری خاک فلک پر اُچھال دی
کیا کیا ابوترابؑ سے وابستگی میں ہے

کعبہ کسی کے آنے سے کیسا بدل گیا
پہلے وہ تیرگی میں تھا، اب روشنی میں ہے

خاکِ درِ علیؑ میں نہ سورج تلاش کر
اتنا تو وصف خاکِ درِ قنبری میں ہے

یہ کائنات اس لیے اتنی حسین ہے
محفل سجی ہوئی یہ ولائے علیؑ میں ہے

قنبر کے نوکروں کی جو اک بھیڑ ہے وہاں
جاکر بغور دیکھ، مصدق اسی میں ہے

تمام عمر ہمیشہ علیؑ علیؑ کہنا
ہے اپنا طور طریقہ علیؑ علیؑ کہنا

پلِ صراط کڑا امتحان ہے یارو
وہاں پہ بھول نہ جانا علیؑ علیؑ کہنا

اگر ہوں فتوے زیادہ علیؑ علیؑ کے خلاف
تم اس پہ اور زیادہ علیؑ علیؑ کہنا

ملا ہے اس لیے ان اولیاء کو ایسا مقام
ہے اولیاء کا وظیفہ علیؑ علیؑ کہنا

جو پوچھا کیا ہے عبادت تو یہ صدا آئی
غمِ حسینؑ میں رونا علیؑ علیؑ کہنا

قسم سے حج میں تمہیں اور لطف آئے گا
ہو جب نگاہ میں کعبہ علیؑ علیؑ کہنا

فرشتے قبر میں مجھ سے سوال کیا کرتے
انہیں پسند تھا میرا علیؑ علیؑ کہنا

بہت بلند مصدق ہے تیری ماں کا مقام
اسی نے تجھ کو سکھایا علیؑ علیؑ کہنا

یہ بات کون بتائے گا انبیاؑ کے سوا
مدد کو کوئی نہیں آتا مرتضیٰؑ کے سوا

علیؑ کو چھوڑ کے دینِ خدا بھی دیکھ لیا
وہاں پہ کچھ نہ دکھائی دیا خلا کے سوا

بھلا میں کس طرح ایسوں کو چارہ ساز کہوں
جو مجھ سے کہتے ہیں سب مانگئے دوا کے سوا

بڑے بڑوں کے درِ ناز پر گئے سب لوگ
وہاں پہ کچھ نہ ملا ان کو لفظِ لا کے سوا

میں کیا کہوں کہ نصیری کی معرفت ہے یہی
علیؑ میں دیکھ سکا کچھ نہ وہ خدا کے سوا

ہر اک نوشتۂ تاریخ یہ بتاتا ہے
یہ دین کچھ نہیں اولادِ مصطفیٰ کے سوا

خدا کا دین اُسی کو بتولؑ کہتا ہے
ہوا نہ کفو کوئی جس کا مرتضیٰؑ کے سوا

یہ اور بات کے اشعار لکھ لیے ورنہ
علیؑ کی مدح کسے زیب ہے خدا کے سوا

یہ جو جبینِ مصدقؔ پہ روشنی ہے عیاں
یہ اور کچھ نہیں مولاؑ کی خاکِ پا کے سوا

مناقب

مخدومۂ عالم
سیّدہ فاطمۃ الزہراؑ

دوائے ضعف اکثر مل گئی ہے
زمانے بھر سے بہتر مل گئی ہے
محمدؐ ہو سکونِ دل مبارک
تمہیں زہراؑ کی چادر مل گئی

اگر انسان ہوگا اور وہ حق آشنا ہوگا
تو پھر اس کے لبوں پر فاطمہؑ کا تذکرہ ہوگا

تم اہلِ بیتؑ میں ہر ایک کو شامل سمجھتے ہو
ذرا ٹھہرو کہ اس کا فیصلہ زیرِ کساء ہوگا

خدا کے دین کی پاکیزگی یہ صاف کہتی ہے
خدا نے دین کے ماتھے پہ زہراؑ لکھ دیا ہوگا

نبیؐ زادی کا در ہوگا مرا دستِ دعا ہوگا
مگر میں سوچتا ہون تنگیٔ داماں کا کیا ہوگا

بہت سے آئے لیکن مصطفیٰؐ نے صاف بتلایا
مری بیٹی کا شوہر صرف شیرِ کبریاء ہوگا

ہمیں فردوس میں جانے سے کیا رضوان روکے گا
اسے جنت سے کیا مطلب وہ کپڑے سی رہا ہوگا

جگہ قنبر کے قدموں میں، نظر قنبر کے چہرے پر
سرِ محشر مصدقؔ آپ کا کیا مرتبہ ہوگا

چوکھٹ ہے تری اور مرا سر ہے فاطمہؑ
جبرئیل جیسا میرا مقدر ہے فاطمہؑ

جو تیرے آستانے کا نوکر ہے فاطمہؑ
بے زر بھی ہے اگر تو ابوزرؓ ہے فاطمہؑ

حوریں کنیز ہیں تری رضوان ہے غلام
جنت ہے جس کا نام ترا گھر ہے فاطمہؑ

مشکل میں تیرا نام میں لیتا ہوں اس لیے
مشکلِ کشائے کل تیرا شوہر ہے فاطمہؑ

مریمؑ کو ناز ہے کہ مسیحاؑ کی ماں بنی
گیارہ طبیب دل کی تو مادر ہے فاطمہؑ

تطہیر کو کمال ملا تیری ذات سے
تفسیرِ انما تیری چادر ہے فاطمہؑ

پیوند اس کے سورۂ کوثر سے کم نہیں
یہ باعثِ سکونِ پیمبرؐ ہے فاطمہؑ

ضو دے رہا ہے آج بھی وہ تیرے فیض کا
پردے میں جو چراغ منور ہے فاطمہؑ

اس دور میں یہی تیرا پردہ نشیں پسر
اسلام کی حیات کا محور ہے فاطمہؑ

میدانِ حشر میں ہو مصدقؔ پہ بھی نظر
جیسا بھی ہے یہ تیرا سخنور ہے فاطمہؑ

فاطمہؑ کا تذکرہ ہر بار ہونا چاہیے
جب عقیدہ ہو تو پھر اظہار ہونا چاہیے

لیجئے پڑھتا ہوں تسبیحِ جنابِ فاطمہؑ
اب یقیناً اپنا بیڑا پار ہونا چاہیے

حکمِ قرانی بھی ہے، سنت بھی ہے سرکار کی
فاطمہؑ کے لاڈلوں سے پیار ہونا چاہیے

فاطمہؑ کے لاڈلوں سے پیار ہی کافی نہیں
اُن کے ہر دشمن سے بھی بے زار ہونا چاہیے

سب کی خواہش ہے کہ اس در کی غلامی ہو مگر
اس غلامی کے لیے کردار ہونا چاہیے

عمر تو ساری کٹی ہے خوابِ غفلت میں تری
اے مصدقؔ اب تجھے بیدار ہونا چاہیے

گھر میں سرکارِؐ رسالت کے پلی ہے عصمت
نام اس کا کبھی زہراؑ ہے، کبھی ہے عصمت

مانگنے آئے ہیں رشتہ جو نبیؐ زادی کا
اُن کو معلوم نہیں پیشِ نبیؐ ہے عصمت

کام ویسے تو یہ مخلوق بھی کرتی ہے مگر
کارِ خالق جو نظر آئے وہی ہے عصمت

آپ نے دین کا عنوان کہاں دیکھا ہے
مصحفِ دین کا عنوانِ جلی ہے عصمت

آسماں دیکھ، نبیؐ زادی کے گھر کی معراج
کتنے پر نور ستاروں سے سجی ہے عصمت

اور کچھ دن ہے تری جادوگری اے باطل
دیکھ پردے سے تجھے گھور رہی ہے عصمت

لے مصدقؔ یہ قلم اور ثناخوانی کر
دیکھ جھولی میں گہر ڈال رہی ہے عصمت

ہر ایک در پہ مری التجا قبول نہیں
کہ سارے در ہیں فقط در، درِ بتولؑ نہیں

نہ اُس کو علمِ رسالت، نہ اُس کو اپنی خبر
ہمارے دین میں ایسا کوئی رسولؐ نہیں

رسولِؐ ربِ خرد، اور تہمت ہذیاں
یہاں تو گفتۂ بہلول بھی فضول نہیں

حسینؑ وقت کی رفتار روک سکتے ہیں
رسولؐ پاک کے سجدے کا طول، طول نہیں

یہ خاک خاکِ شفا ہے، فریب خوردہ مریض
دوا کے نام پہ چارہ گروں کی دھول نہیں

نہ ڈھونڈ سینۂ بے دل پہ داغ ماتم کے
خزاں رسیدہ گلستاں میں کوئی پھول نہیں

لڑائی بولتے قرآن کے خلاف ہوئی
یہ اجتہاد کی بے اختیار بھول نہیں

یہ غم وہ ہے مرے میعار پر جو اترا ہے
وگرنہ ایسے تڑپنا مِرا اُصول نہیں

یہ باغِ خلد مصدّق قبول ہے لیکن
غمِ حسینؑ کی قیمت میں یہ قبول نہیں

جب جنابِ فاطمہؑ کا در کھُلا
ہل اتیٰ کا راز تب جا کر کھُلا

بادشاہت سے بڑی ہے نوکری
اب مقامِ فضہ و قنبر کھُلا؟

معترض کرتے رہیں مجھ سے سوال
رکھتا ہوں قرآن میں اکثر کھُلا

طعنۂ ابتر کے لب گونگے ہوئے
جب نبیؐ کی گود میں کوثر کھُلا

جس سے مظلوموں کے سر کاٹے گئے
دیکھتا ہوں پھر وہی خنجر کھُلا

فاطمہؑ کو چھوڑ کر جائیں کہاں
سارے در ہیں بند اور یہ در کھُلا

ہاں مصدقؔ دفترِ مدحت سنبھال
رکھنا ہے اِس کو سرِ محشر کھُلا

جہاں کے سارے میخانے ہمارے آگے کمتر ہیں
ہمارے جام میں قطرے نہیں چودہ سمندر ہیں

اگرچہ اِنّما کے پانچ سورج زیرِ چادر ہیں
مگر ان روشنیوں میں فقط زہراؑ ہی محور ہیں

یہاں پر فضہؓ و قنبرؓ ہیں، سلمانؓ و ابو ذرؓ ہیں
کسی کے پاس کیا ایسے مقدر کے سکندر ہیں؟

کم از کم اک صفت پائی ہے میں نے بھی فرشتوں کی
جنابِ فاطمہؑ کا میں بھی نوکر وہ بھی نوکر ہیں

مجھے ذرہ سمجھنے والے محشر میں پکاریں گے
درِ زہراؑ کے ذرے بھی مہ و انجم سے بہتر ہیں

تقابل اہل بیتؑ پاک کا کرتے ہو غیروں سے
جو ہیرے ہیں وہ ہیرے ہیں، جو پتھر ہیں وہ پتھر ہیں

زمانے بھر کے لوگوں میں فضائل ڈھونڈنے والو
فضائل ہیں وہی جو فاطمہؑ کے گھر کے اندر ہیں

مصدقؔ مدح زہراؑ میں یہ شعر و شاعری کیسی
جنہیں تم شعر کہتے ہو یہ اقوالِ پیمبرؐ ہیں

جسے سب لوگ پیغمبرؐ کی اک دختر سمجھتے ہیں
اُسے ہم افتخارِ سورہء کوثر سمجھتے ہیں

نبیؐ کی بیٹیاں جتنی بھی ہوں لیکن فلک والے
فقط زہراؑ ہی کو معصومہ و اطہر سمجھتے ہیں

خریدے جو رضائے حق شبِ ہجرت کے بستر پر
محمدؐ اپنی بیٹی کا اُسے ہمسر سمجھتے ہیں

قسیمِ خلد شوہر، مالکانِ خلد ہیں بچے
ہم اس فردوس کو خیرالنساءؑ کا گھر سمجھتے ہیں

دعائے فاطمہؑ اور جراتِ حیدرؑ کا سنگم تھا
جہاں والے جسے فتحِ درِ خیبر سمجھتے ہیں

غلامی فاطمہؑ کی ہے، زمانے کی شہنشاہی
یہ وہ باتیں ہیں جن کو فضہ و قنبر سمجھتے ہیں

نہ جانا ہے نہ جانو گے درِ زہراؑ کی عظمت کو
زرِ خالص کو اہلِ زر نہیں، بوذرؓ سمجھتے ہیں

مصدق کو نہ دیجئے مشورہ اے حضرتِ واعظ
خدا کے دین کو یہ آپ سے بہتر سمجھتے ہیں

مدحِ زہراؑ کیا ہو ممکن اس سخنور کے لیے
جو نہ پائے مدح کے الفاظ قنبرؓ کے لیے

اے زرِ خالص بنانے والے بوذرؓ کے لیے
چند ٹکڑے بھیج دے میرے مقدر کے لیے

مانتے ہیں ہم اسی کو دخترِ خیرالوراءؐ
ہے جو اپنی ذات میں تفسیرِ کوثر کے لیے

ناز کر تطہیرِ تو قسمت پہ اپنی ناز کر
حق نے رکھا ہے تجھے زہراؑ کی چادر کے لیے

اس کے بچوں کے لیے آئی ردائے ہل اتیٰ
لافتیٰ کا تاج اترا اس کے شوہر کے لیے کے لیے

فاطمہؑ کے خون کے آگے نبوت جھک گئی
مصطفیٰؐ ناقہ بنے شبیرؑ و شبرؑ کے لیے

رو رہی ہے آج بھی زہرا سرِ قبرِ حسینؑ
اے زمینِ کربلا تیرے بہتر کے لیے

میں نہ کہتا تھا مصدقؔ یہ ثنا ممکن نہیں
یہ تو قطرہ بھی نہیں ہے اس سمندر کے لیے

مقدر کا ستارہ ضوفشاں ہے
ثنائے سیدہؑ وردِ زباں ہے

شکستہ ہے قلم لرزاں زباں ہے
زمینِ شعر پھر بھی آسماں ہے

جہاں زہراؑ کا سنگِ آستاں ہے
ہم اہلِ درد کی جنت وہاں ہے

بتا دوں کیا ہے یہ دینِ محمدؐ
جنابِ فاطمہؑ کا گلستاں ہے

نمازِ مدحِ زہراؑ پڑھ رہا ہوں
صدائے منقبت اُس کی اذاں ہے

نبیؐ زادی کا گھر، گھر میں ستارے
زمیں پر آسماں ہی آسماں ہے

نہ کیسے فیض اسکا لامکاں ہو
کنیزِ لامکاں کا یہ مکاں ہے

بھٹکنے والوں اب چھوڑو بھٹکنا
درِ زہراؑ پہ منزل کا نشاں ہے

سفیدی چھائی ہے بالوں میں لیکن
مصدقؔ کا قلم اب بھی جواں ہے

پستیوں سے اپنی کچھ اس طرح گھبراتا ہوں میں
فاطمہؑ کا نام آتا ہے تو ڈر جاتا ہوں میں

کچھ نہیں کرتا، فقط کرتا ہوں زہراؑ کی ثنا
مشکلوں سے اس لئے اکثر نکل آتا ہوں میں

عصمتِ زہراؑ کا جب اُٹھتا ہے محفل میں سوال
مدعی کے سامنے قرآن لے آتا ہوں میں

زندگی کی کربلا بھی جیت لوں گا ایک دن
آپؑ کے دستِ دعا کو سامنے پاتا ہوں میں

جانتا ہے قاریٔ قرآں مری آشفتگی
آیتِ تطہیر سن کر جوش میں آتا ہوں میں

اے مصدقؔ فاطمہؑ کا در نہ چھوڑوں گا کبھی
اپنے اِن بے ربط لفظوں کی قسم کھاتا ہوں میں

پہلے عصمت، پسِ عصمت ہے نقابِ زہراؑ
پھر بھی پھیلا ہے جہاں میں تب و تابِ زہراؑ

بند دروازے پہ اے دوست یہ دستک کب تک
آ کہ ہر وقت کھُلا رہتا ہے بابِ زہراؑ

''با'' کی تنویر سے والناس تک اُس کی مدحت
کیوں نہ کہہ دوں کہ ہے قرآن کتابِ زہراؑ

در کو چھوڑا تو فقط دربدری پائی ہے
اِس کو کہتے ہیں حقیقت میں عتابِ زہراؑ

ایک گلدان ہے خالق کا بنامِ اسلام
اور گلدان میں رکھے ہیں گلابِ زہراؑ

تم نے اشعار تو کہہ ڈالے مصدقؔ لیکن
اتنی آسان نہیں مدحِ جنابِ زہراؑ

ثنائے سیدہؑ کرتا رہا ہوں اذنِ داور سے
کبھی قراں کی آیت سے کبھی قولِ پیمبرؐ سے

ثنا خواں ہوں منزّہ کر رہا ہوں اپنے لہجے کو
کبھی زہراؑ کی مدحت سے کبھی توصیفِ حیدرؑ سے

قلم میرا چلے راہِ ثنا میں باوضو ہو کر
کبھی زم زم کے پانی سے کبھی تسنیم و کوثر سے

شجاعت اور عصمت نے ہمیشہ بھیک مانگی ہے
کبھی بازوئے حیدرؑ سے کبھی زہراؑ کی چادر سے

سبق سیکھا ہے ہم اہلِ مودت نے وفاؤں کا
کبھی فضہؓ و قنبرؓ سے کبھی سلمانؓ و بوذرؓ سے

عجب دنیا ہے ہم اہلِ مودت کو ڈراتی ہے
کبھی تربت کی ظلمت سے کبھی میدانِ محشر سے

سُنی ہے بنتِ احمدؐ نے صدائے المدد اکثر
کبھی حیدرؑ کے زخموں سے کبھی ضعفِ پیمبرؐ سے

نبی زادیؐ کا نورِ تربیت پھیلا زمانے میں
کبھی کلثومؑ و زینبؑ سے کبھی شبیرؑ و شبرؑ سے

ترے شوہر نے باطل کے بتوں کو توڑ ڈالا ہے
کبھی دوشِ پیمبرؐ سے کبھی کوفے کے منبر سے

ترے بچوں نے یوں تاجِ حکومت کو کیا رسوا
کبھی پھینکا ہے ہاتھوں سے کبھی مارا ہے ٹھوکر سے

مصدقؔ ہمنشیں ہوں گے کبھی رضواں کبھی غلماں
درِ زہرا کی گر مل جائے جو دربانی مقدر سے

شہزادیء جنت کی ثناء کا یہ اثر ہے
ہم رتبہء فردوسِ بریں اپنا یہ گھر ہے

سائل ہوں ملک جس کے وہ ہے خانہء زہراؑ
زُہرہ جہاں سجدہ کرے زہراؑ کا وہ در ہے

رضوان ملازم ہے تو حوریں ہیں کنیزیں
جنت جسے کہتے ہیں وہ زہراؑ ہی کا گھر ہے

یہ امّ ائمہ بھی ہے اور بنتِ نبیؐ بھی
دریائے امامت کا صدف خود بھی گہر ہے

معراج میں آیا ہے ترا نور فلک سے
قوسین کی منزل بھی تری راہ گزر ہے

مرضی سے تری ہوتا ہے اللہ بھی راضی
خالق کی نظر بھی ہے جدھر تیری نظر ہے

طہارتیں جو بیاں ہوں تو اِنّما زہراؑ
عطا کا ذکر جو آئے تو ہل اتیٰ زہراؑ

مثال مانگ رہے تھے وہ عورتوں کے لئے
نبیؐ کے قلب سے سے نکلی ہوئی دعا زہراؑ

سکون، وحی کی مانند ہو گیا نازل
جب اضطراب میں سرکار نے کہا، زہراؑ

کہا تھا میں نے کہ تفسیر لکھ دے کوثر کی
قلم نے لکھ دیا کاغذ پہ فاطمہ زہراؑ

عمل کے باب میں کچھ بھی نہیں تھا پاس اپنے
ہمیں تو حشر میں اک لفظ یاد تھا، زہراؑ

لہو بہے گا مگر حق کو ہم نہ چھوڑیں گے
ہمارے واسطے کرتی رہیں دعا زہراؑ

یہ اور بات مصدّق ہے بے خبر ورنہ
مدد کے واسطے آئیں ہیں بارہا زہراؑ

وللہ مستحقِ امامت ہے فاطمہؑ
بس حق کی مصلحت ہے کہ عورت ہے فاطمہؑ

اس واسطے علیؑ کی ضرورت ہے فاطمہؑ
ہر ایک پل شریکِ عبادت ہے فاطمہؑ

در پر کھڑی ہے آیتِ تطہیر سرنگوں
مسجودِ کاروانِ فضیلت ہے فاطمہؑ

اس سے صداقتوں کی گواہی نہ مانگئے
خود اپنی ذات ہی میں صداقت ہے فاطمہؑ

پردے میں رہ کے سب کو تجلی عطا کرے
وہ ضو فشاں چراغِ ہدایت ہے فاطمہؑ

اس کی ردا علاج ہے ضعفِ رسولؐ کا
اللہ کے رسولؐ کی طاقت ہے فاطمہؑ

قطرہ جو مانگئے تو سمندر عطا کرے
حق کی قسم وہ بابِ سخاوت ہے فاطمہؑ

واعظ تو بار بار مصدقؔ کو مت ڈرا
بخشش کا کیا ہے، اُس کی ضمانت ہے فاطمہؑ

زہراؑ تیرے بچوں سے سدا پیار کریں گے
اور کھل کے ہم اس پیار کا اظہار کریں گے

ہم بحث میں الجھیں گے نہ تکرار کریں گے
جو کرنا ہے ہم کو اسے ہر بار کریں گے

گر لوگ زباں بندی پہ اصرار کریں گے
ہم پیروئ میثم تمار کریں گے

حق بات کا گر اب بھی یہ انکار کریں گے
قرآن کو ہم اپنا طرفدار کریں گے

اک جرم سہی نعرۂ حیدر کا لگانا
اس جرم کو ہم لوگ لگاتار کریں گے

ہنگامۂ محشر کی مجھے فکر نہیں ہے
سب کام مرے حیدرؑ کرار کریں گے

طوفان میں ہم نامِ علیؑ لے کے چلیں ہیں
کشتی بھی انہیں کی ہے وہی پار کریں گے

زہراؑ کو سکوں دیں گے نہ جنت کے نظارے
یہ کام تو مولاؑ کے عزادار کریں گے

ہم لوگ اذانِ علیؑ اکبر سے مصدقؔ
سوئے ہوئے انسان کو بیدار کریں گے

مناقب

سبطِ اکبر

حضرت امام حسنؑ

ہر طرف اُس کی جھلک
اُس کے قبضہ میں فلک
اُس کے نوکر سب ملک
خُلد جاگیرِ حسنؑ

حسنؑ کا ذکر آیا ہے رواں اپنی طبیعت ہے
دماغ و دل معطر ہیں تخیل میں بھی نکہت ہے

قلم سجدے میں ہے ہر لفظ مصروفِ عبادت ہے
یہ کاغذ ہے مگر اس کی مصلی جیسی قسمت ہے

ثناخوانِ حسنؑ قران کی ہر ایک آیت ہے
تلاوت ہے قصیدہ اور قصیدہ ہی تلاوت ہے

اسی باعث تو ہونٹوں پر مرے شبرؑ کی مدحت ہے
سنا ہے اس مہینے میں تلاوت کی فضیلت ہے

فرشتو کیا مرے ایمان کا بدلہ یہ جنت ہے
قسم سے یہ مرے اک شعر کی بھی نصف قیمت ہے

نبیؐ کے ہر عمل کی بولتی تصویر عترت ہے
تو جو ہے پیروِ عترت و ہی بس اہلِ سنت ہے

وہاں ہر ایک کے دل میں تمنائے فضیلت ہے
یہاں تو خود فضیلت کو حسنؑ سے شوقِ نسبت ہے

خدا کی شان آغوشِ رسالت میں امامت ہے
صدف ہے یہ وہ گوہر ہے، یہ گل ہے اور وہ نکہت ہے

وہ شبرؑ تھے نبیؐ کی گود میں اور میں یہ سمجھا تھا
کہ آئینہ میں خود سرکارؐ کی اپنی ہی صورت ہے

صدا جو صلح کی آتی ہے اب ہر سمت سے یارو
حسنؑ کے ہاتھ پر تاریخ کا یہ دستِ بیعت ہے

بڑے موقع سے پہنچے ہو مصدّق بھیک لینے کو
جنابِ فاطمہؑ کے گھر میں یہ پہلی مسرّت ہے

اِس واسطے ہے دھوم حسنؑ کی مچی ہوئی
یہ امن کی ہے رسم انہیں سے چلی ہوئی

ہے یہ بھی ایک صلحِ حسنؑ کی خصوصیت
اِس صلح سے وضاحتِ صلحِ نبیؐ ہوئی

عصمت کو ناز کیوں نہ ہو اپنے نصیب پر
عصمت حسنؑ کے گھر میں پلی اور بڑی ہوئی

دیکھو جسے وہ امن کا دیوانہ ہو گیا
کتنی حسین فکر ہے شبرؑ کی دی ہوئی

دشوار تھا حسنؑ کا قصیدہ خدا گواہ
قرآں پڑھا تو شعر ہوا شاعری ہوئی

تاریکیوں کا دور بھی ایسے گذر گیا
جب بھی حسنؑ کا نام لیا روشنی ہوئی

روزے میں پی رہا ہوں میں حبِ حسنؑ کی مئے
یہ مئے ہے فاطمہؑ کی ردا میں چھنی ہوئی

مدحِ حسنؑ کے شعر مصدق نہ بیچنا
ان کی ہو، چاہے خلد میں قیمت لگی ہوئی

کیا ماہِ مبارک کی یہ پُر کیف فضا ہے
دیکھو جسے اللہ کا مہمان بنا ہے

کیا جامِ مئے عشق ہے، کیا اُس کا مزا ہے
رندوں نے صراحی کو مصلّے پہ رکھا ہے

ہر نغمۂ تسبیح پہ اک دور چلا ہے
ہر ذکرِ خداوند پہ اک گھونٹ پیا ہے

لیکن کہیں مستی ہے نہ کچھ ہوش اُڑا ہے
گر رند گرا بھی ہے تو سجدے میں گرا ہے

اے شیخ تجھے کیا میں بتاؤں کہ یہ کیا ہے
یہ ساغرِ عشقِ حسنِ سبز قبا ہے

ہنگامۂ اِفطار و سحر تجھ کو مبارک
اِس مئے کو تو روزے ہی میں پینے کا مزا ہے

یہ ماہِ مبارک ہے، وہ ہے ماہِ محمدؐ
اِس ماہ کا اُس ماہ سے ہی حُسن بڑھا ہے

کتنا ہے ہے حسیں شاہِؐ مدینہ کا نواسہ
وہ حُسن ہے جو حدِ تصور سے سوا ہے

چرچا ہے اِسی حُسن کا ہر سمت جہاں میں
بازار میں یوسفؑ کا بھی اب دام گرا ہے

ہر لفظ پہ لرزا ہے قلم اپنا مصدقؔ
لگتا ہے کسی میرِ قلم کی یہ ثنا ہے

لوگ کہتے ہیں کہ ہے سرِّ نہاں صلحِ حسنؑ
کربلا بول، کہ کتنی ہے عیاں صلحِ حسنؑ

جب کبھی مانگی گئی صلحِ نبیؐ کی تفسیر
ہم نے اُس بزم میں کر دی ہے بیاں صلحِ حسنؑ

یوں تو تھا اُس میں محمدؐ کی سیاست کا شباب
جنگِ قاسمؑ سے ہوئی اور جواں صلحِ حسنؑ

شام والوں نے بہت دیر میں سمجھا اس کو
کربلا تیر ہے اور اس کی کماں صلحِ حسنؑ

امن یوں فطرتِ انساں میں ہے شامل گویا
آدمیت کی ہو رگ رگ میں رواں صلحِ حسنؑ

کربلا والوں کی تنویر ہے اکبرؑ کی اذاں
اور اکبرؑ کے لئے حق کی اذاں صلحِ حسنؑ

اس نے پردے میں شرائط کے کہا ہے سب کچھ
کتنے مظلوموں کو دیتی ہے زباں صلحِ حسنؑ

اے مصدقؔ کے قلم، روک لے جنبش اپنی
تری تحریر کہاں اور کہاں صلحِ حسنؑ

مصطفیؐ کا گھر ہے اور ہے شبّرؑ عالی وقار
اُس کو کہتے ہیں گلستاں، اِس کو کہتے ہیں بہار

مئے کشوں سے پوچھئے ماہِ مبارک کا خمار
عشقِ شبّرؑ کی لگن میں جھومتے ہیں روزہ دار

یہ وہ ساغر ہے پلاتا ہے جسے پروردگار
کیسی مستی ہے غضب کی، کیا غضب کا ہے خمار

میرے روزے کا اِسی ساغر پہ ہے دار و مدار
ٹوٹ جائے میرا روزہ، گر اُتر جائے خمار

اُس کو کہتے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ اپنا امام
ساری دنیا کے فضائل اِس فضیلت پر نثار

ہوش والے رشک کرتے ہیں حسنؑ کے رند پر
اس کا چہرہ چومتی ہے عقل بھی دیوانہ وار

اے مصدقؔ سوچتے کیا ہو، سمیٹو تازگی
"گلشنِ زہراؑ و حیدرؑ کی ہے یہ پہلی بہار"

نہ قطروں نے، نہ دریا نے، نہ ساقی نے، نہ ساغر نے
مٹایا تشنگی کو عشق شبّرؑ کے سمندر نے

قیامت تک رہے گی دھوم رحمت کے مہینے کی
اسے ایسا مبارک کردیا زہراؑ کے دلبر نے

ثنا خوانی نے میری فکر کو ایسی ضیا بخشی
نگاہِ رشک ڈالی مجھ پہ سورج کے مقدر نے

فضیلت میں حسنؑ کی شیخ کا کچھ بس نہیں چلتا
اسے واضح کچھ ایسا کر دیا آیاتِ کوثر نے

یہ تخت و تاج دنیا میں کبھی عزت نہ پائیں گے
انھیں رسوا کیا ہے دلبر زہراؑ کی ٹھوکر نے

حسنؑ کی مدح میں قرآن میرا ہم نوا نکلا
میرے ہر لفظ کی تائید کی ہے ربِ اکبر نے

حسنؑ کا نام لے کر میں چراغ اپنے جلاتا ہوں
یہ اب محسوس شاید کرلیا ہے بادِ صر صر نے

یہ اکثر مانگنے والوں میں جنت بانٹ دیتے ہیں
مصدقؔ جا تجھے بھی بخش دی فردوس شبّر نے

پابند ہے خیال تصور اسیر ہے
ہر سمت مشکلات کا جمِ غفیر ہے

یوں تو تصورات کا دریا ہے موجزن
لیکن قلم کی نوک پہ عشرِ عشیر ہے

یوں قافیے کی قید میں جکڑا ہوا ہوں میں
میں اس کا ہوں اسیر، وہ میرا امیر ہے

لگتا ہے جیسے کوچۂ فن میں مرا قلم
مفلس ہے، بے نوا ہے، گدا ہے، فقیر ہے

اے فکر، مشکلات کا دفتر لیے ہوئے
اب اس کے در پہ چل جو قلم کا قدیر ہے

ہاں بھر گیا ہے دامنِ فکر و نظر مرا
کیسے نہ ہو قصیدۂ ابنِ امیرؑ ہے

آیا ہے جانشینِ محمدؐ کا جانشیں
پھر آج لب پہ ساغرِ خمِ غدیر ہے

حیدرؑ کی ہر ادائے شجاعت ہے لاجواب
لیکن حسنؑ کی جنگ عدیم النظیر ہے

ہے اُس کی تیغ بر سرِ باطل اگر عذاب
اِس کا قلم بھی ترکشِ خالق کا تیر ہے

مکّے کی سرزمیں کا امیر اُس کا باپ تھا
اور اِس کا باپ سارے جہاں کا امیر ہے

اُس کے لہو میں الفتِ سرکارِ دوجہاں
اِس کی رگوں میں حضرتِ زہرا کا شیر ہے

اُس کا پسر اگر ہے حسینِؑ فلک مقام
اِس کا پسر جہاں کا حسینِؑ اخیر ہے

سلطانِؐ انبیاء کا وہ پہلا ہے جانشیں
سلطانِؑ اولیاء کا یہ پہلا وزیر ہے

پتھریلی زمیں، سخت زمیں، خشک زمیں ہے
وہ ذہن کہ اِدراکِ حسنؑ جس میں نہیں ہے

دیکھو تو ذرا نامِ حسنؑ کتنا حسیں ہے
جو حُسن میں شامل ہے وہ ہر جزو یہیں ہے

پیتا ہوں تو پینے دہ مجھے ساغرِ شبرؑ
ٹوٹے گا نہ روزہ مجھے اس کا بھی یقیں ہے

تطہیر کا احساس مجھے چھونے لگا ہے
لگتا ہے مجھے مادرِ شبرؑ بھی یہیں ہے

تم ڈھونڈنے نکلے ہو کہاں دینِ محمدؐ
شبرؑ ہے جہاں دینِ محمدؐ بھی وہیں ہے

ہر دور میں شبرؑ کی سیاست ہے نمایاں
جنگوں پہ نہیں، صلح پہ لوگوں کا یقیں ہے

تقدیر کی یہ آخری سرحد ہے مصدقؔ
در حضرتِ شبرؑ کا ہے اور میری جبیں ہے

تاروں کی بزم میں نہ مہ ضوفگن میں ہے
وہ روشنی جو مدح کی اس انجمن میں ہے

کس کے خیال سے یہ تصور ہے باغ باغ
گلشن کا رنگ کس کے حسیں پیرہن میں ہے

یہ سبزہ زارِ سبز قبا اور کہیں نہیں
ہاں رنگ اِس کا تھوڑا سا صحن چمن میں ہے

ح س اور ن پہ کچھ غور کیجیے
جس سے بنا ہے حُسن وہ سب کچھ حسنؑ میں ہے

بالکل وہی ادا، وہی انداز صلح کا
لگتا ہے دل نبیؐ کا نواسے کے تن میں ہے

دے دی قلم کی نوک کو تاثیرِ ذوالفقار
ایسا کمال صرف حسنؑ ہی کے فن میں ہے

چلتا ہوا قلم نہ کہیں اس کو اہلِ فن
شمشیر ہے جو قبضۂ شمشیر زن میں ہے

اے عندلیب نغمۂ لاسیف چھیڑ دے
پہلی بہار گلشنِ خیبر شکن میں ہے

شبر کا فیض ہے یہ مصدقؔ خدا گواہ
تیرا بھی نام محفلِ اہلِ سخن میں ہے

اُتریں نہ کیوں ستارے برابر زمین پر
ہے فاطمہؑ کا چاند منور زمین پر

رضوان دیکھ آتے ہیں شبّرؑ زمین پر
چمکا ہے آسماں کا مقدر زمین پر

بہنے لگے گا چشمۂ کوثر زمین پر
زہراؑ کے لال مار دے ٹھوکر زمین پر

آغوشِ مصطفیٰؐ میں حسنؑ ہے یا یوں کہوں
اُترا ہے ایک سورۂ کوثر زمین پر

ہے کون پشت پر کہ تشکر کے واسطے
سر اپنا رکھ رہیں ہیں پیمبرؐ زمین پر

عاشق ہوا ہے جن پہ خدا وندِ دو جہاں
کچھ ایسے بھی ہیں حُسن کے پیکر زمین پر

ہم جیسے خاکساروں کی قسمت تو دیکھئے
اترا ہے اہلِ خلد کا افسر زمین پر

جس میں حسنؑ کا عشق مصدق ملا نہ ہو
ہم نے پٹک دیا ہے وہ ساغر زمین پر

یہ امن پہلے عجب کرب وانتشار میں تھا
پتہ چلا کہ وہ شبّر کے انتظار میں تھا

حسنؑ سے نور کی خیرات لے رہا تھا میں
جو مڑ کے دیکھا تو سورج بھی اُس قطار میں تھا

جہاں امامؑ نے موڑا وہیں رسولؐ مڑے
اک ارتباط سواری میں اور سوار میں تھا

حسنؑ نے ایسا عطا کردیا قلم کو کمال
جو اس سے پہلے فقط تیغِ ذوالفقار میں تھا

کہاں ہو صلح، کہاں پر ہو جنگِ کرب و بلا
یہ عصمتوں کی سیاست کے اختیار میں تھا

رُکا ہوا تھا جو طوفان تیغِ شبرؑ کا
وہ تیغِ حضرتِ قاسمؑ کی تیز دھار میں تھا

وہی ہوا کہ وہ نکلا تری قبا کا اُدھار
ذرا سا رنگ جو سرمایہ بہار میں تھا

جنونِ عشقِ حسنؑ یوں ملا مصدقؔ سے
کمالِ عقل گریباں کے تار تار میں تھا

ذیشاں کا میکدہ ہے کھلا اذنِ عام ہے
میخوارو آؤ دور میں کوثر کا جام ہے

ساقی مرا امامؑ ہے ابنِ امامؑ ہے
رندو پیؤ اگرچہ یہ ماہِ صیام ہے

یہ اولیائے حق کی ولا کا وہ جام ہے
جو بھی پیئے گا اس پہ خدا کا سلام ہے

انکار اس شراب سے کرتا ہے تو اگر
زاہد فضول تیرا قعود و قیام ہے

یہ وہ شراب ہے کہ خدا کی قسم اسے
پینے کے بعد ہوش میں آنا حرام ہے

پہنچا جو میکدے میں تو دیکھا عجب سماں
ساقی کا اہتمام ہے اور دھوم دھام ہے

حوّا و سارا، ہاجرہ و مریم آسیا
زہراؑ کے گھر میں آج عجب اہتمام ہے

حورانِ خلد کا ہے اگر گھر میں اک ہجوم
باہر ملائکہ کا بھی اک اژدھام ہے

زہراؑ کا لال آیا ہے ماہِ صیام میں
ہاں کیوں نہ ہو کہ یہ بھی خدا کا کلام ہے

تنویر جس سے نیمہء رمضاں کی بڑھ گئی
آغوشِ فاطمہؑ میں وہ ماہِ تمام ہے

ہے دوسرا امام مصدّق کا یہ مگر
تسبیحِ فاطمہؑ کا یہ پہلا امام ہے

شہزادۂ قلم کا یہ مدحت گذار ہے
ٹوٹا ہوا قلم ہے مگر با وقار ہے

فصلِ مہ صیام بہت خوشگوار ہے
ہر عاشقِ حسنؑ پہ غضب کا خمار ہے

ساغر اٹھاؤ ماہِ مبارک ہے مے کشو
ماہِ صیام عشقِ حسنؑ کی بہار ہے

پیتا ہے اور پی کے بہکتا نہیں کبھی
رندِ حسنؑ ہی عابدِ شب زندہ دار ہے

فاقوں کے دن ہیں دشمنِ شبرؑ کے واسطے
جو عاشقِ حسنؑ ہے وہی روزہ دار ہے

اب حامیانِ جنگ میں اک انتشار ہے
وہ آ گیا جو امن کا پروردگار ہے

ناقۂ نبیؐ ہیں زلفِ نبوت ہے ہاتھ میں
جس سمت چاہے موڑے اسے اختیار ہے

زلفیں نہ کیوں تھماتے نبوت کی مصطفیٰؐ
زہرا کے لاڈلے پہ انہیں اعتبار ہے

صلحِ جنابِ احمدِؐ مختار کی قسم
صلحِ حسنؑ مشیتِ پروردگار ہے

تجھ کو حسنؑ سے پیار مصدقؔ تو ہے مگر
اے کاش وہ بھی کہہ دیں ہمیں تجھ سے پیار ہے

مناقب

سید الشہداء

حضرت امام حسینؑ

حسینیتؑ کا سخنور ہوں مجھ سے بات کرو
میں خود ہی اپنا مقدر ہوں مجھ سے بات کرو
تم اہلِ بیت سے جنت کی بات کرتے ہو
میں اہلِ بیت کا نوکر ہوں مجھ سے بات کرو

ابھی تو عرشِ بریں سے گزر حسینؑ کا ہے
نہ جانے اور کہاں تک سفر حسینؑ کا ہے

یزیدیت نے ہزاروں جتن کئے لیکن
جواب بھی سب سے ہے اونچا وہ سر حسینؑ کا ہے

کلام پاک کو کافی سمجھتی ہے دنیا
کلام پاک میں چرچا مگر حسینؑ کا ہے

یزیدی فوج ترے واسطے حسینؑ نہیں
تیرے لئے تو یہ ننھا پسر حسینؑ کا ہے

بہارِ خلد کو رضوان بھول جائے گا
اسے بھی لے چلو روضہ جدھر حسینؑ کا ہے

غموں کے بوجھ کو لے کر کہاں کہاں پھرتا
خدا کا شکر، مرے پاس در حسینؑ کا ہے

کڑا ہے وقت مصدقؔ مگر سرِ میداں
یزیدیت سے تو منہ موڑ اگر حسین کا ہے

ایسا زمانے بھر میں کوئی میکدہ نہیں
میں سیر ہوچکا ہوں مگر دل بھرا نہیں

ساقی کی جو عطا ہے کسی کی عطا نہیں
میں تشنہ لب کے در پہ بھی تشنہ رہا نہیں

ساقی تری نگاہ کے ساغر چھلک پڑے
قدموں پہ آکے حر ترے یونہی گرا نہیں

چُھپ چُھپ کے جام دینِ خدا پی کے چل پڑا
واعظ امانتوں میں خیانت روا نہیں

حیراں ہوں نورِ جلوۂ عصمت کو دیکھ کر
یہ روشنی نہ ہو تو مہہ فاطمہؑ نہیں

اس ایک روشنی سے بہتر قمر بنے
اے آسماں کے چاند یہ تیری ضیا نہیں

روشن کیا ہے جس نے لہو سے چراغِ راہ
ایسا بجز حسینؑ کوئی رہنما نہیں

سجدہ نہیں اطاعتِ شبیرؑ سے الگ
مدحِ حسینؑ طاعتِ حق سے جدا نہیں

تھک ہار کے تو آئے گا اک روز کربلا
خلدِ بریں کا اور کوئی راستہ نہیں

ہے دُور کربلا اگر آنکھیں اُٹھایئے
نظریں جُھکایئے تو کوئی فاصلہ نہیں

ہر لمحۂ حیاتِ حسینیؑ سے پوچھ لے
وہ رازِ زندگی جو ابھی تک کھُلا نہیں

سجدہ کیا حسینؑ کے سجدے کو دیکھ کر
ورنہ کسی کے آگے مصدقؔ جھکا نہیں

عجیب عزم ہے شبیرؑ کے سخنور کا
خود ایک قطرہ نہیں، ذکر ہے سمندر کا

ہماری پیاس بھی پیاسے نے ہی بجھائی ہے
مزاج اور ہی کچھ ہے ہمارے ساغر کا

حرام ہے اسے پینا بغیر نامِ حسینؑ
یہ کہہ رہا تھا مجھے گھونٹ گھونٹ کوثر کا

فقط حسینؑ کو آواز ہی تو دینا ہے
بدلنا آتا ہے ہم کو بھی رُخ مقدر کا

یہ بات آج کا انساں سمجھ گیا ہوگا
حسینؑ وہ ہیں گلہ کاٹ دے جو خنجر کا

وفا کے باب میں قلت سے کچھ نہیں ہوتا
ہمارے سامنے کردار ہے بہتر کا

بنامِ حُر ہو مصدق پہ بھی کرم مولاؑ
بنا دو اِس کو بھی نوکر تمھارے نوکر کا

چرچا نہ کیسے ہو میرے جاہ و جلال کا
نوکر بنا ہوا ہوں محمدؐ کی آل کا

کھاتا ہوں میں حسینؑ کا گاتا اسی کا ہوں
میرا ہر ایک لقمہ ہے رزقِ حلال کا

ذہنوں میں ہم ہیں فکرِ حسینی لیے ہوئے
ہے اپنے پاس توڑ زمانے کی چال کا

قران پڑھ کے سوچ رہا ہوں میں اے حسینؑ
مالک نے لکھ دیا ہے قصیدہ کمال کا

لازم ہے سب پہ اجرِ رسالت ادا کریں
وہ چور ہے جو دام چکائے نہ مال کا

یوسفؑ کے تذکرے کا کوئی فائدہ نہیں
شیدا ہوں میں حسینؑ کے حُسن و جمال کا

مروہ صفا و زم زم و مشعر کے ساتھ ساتھ
کعبہ طواف کرتا ہے زہراؑ کے لال کا

طرزِ عطا تو دیکھ مصدقؔ حسینؑ کی
جملہ بھی ختم ہوتا نہیں ہے سوال کا

دین کا مہرِ منور آگیا
غیرتِ خورشیدِ انور آگیا

ہر طرف اک نور کی برسات ہے
فاطمہؑ زہراؑ کا دلبر آگیا

کون آغوشِ محمدؐ میں ہے آج
کیا کوئی قراں اتر کر آگیا

اے زلیخا دیکھ کر ماہ بتول
حسنِ یوسفؑ کو بھی چکر آگیا

ہے بہت خوش خلد میں رضوان بھی
عرش پر اس کا مقدر آگیا

اب اُٹھا لے جام اپنے ساقیا
ساقیء کوثر کا دلبر آگیا

کیوں میں قطرے سے بجھاؤں تشنگی
جب سمندر کا سمندر آگیا

اے نبیؐ سجدے کو اپنے طول دو
راکبِ دوشِ پیمبرؐ آ گیا

عصمتِ بنتِؐ محمد مصطفیٰؐ
ہے صدف جس کا وہ گوہر آ گیا

اب تو لے کر ہی رہوں گا میں جناں
مالکِ تسنیم و کوثر آ گیا

دامنِ شبیرؑ کو میں تھام کر
کتنے طوفانوں سے باہر آ گیا

حرؑ کہاں تھا اور حسینی فیض سے
اب کہاں اللہ اکبر آ گیا

رکھ کے سر اپنا درِ شبیرؑ پر
میں فرشتوں کے برابر آ گیا

کیا مصدّق کی حقیقت دوستو
بس یہ سمجھو عبدِ قنبر آ گیا

دیوانگی تو دیکھو اس جذبۂ ثنا کی
ہے مدح اور وہ بھی ممدوحِ کبریا کی

ان روٹیوں کی دنیا قیمت گھٹا رہی ہے
بھیجی اُدھر خدا نے توصیف ہل اتیٰ کی

شک تھا جنہیں نبیؐ پر کیوں اس پہ شک نہ کرتے
اس نے زبان اکثر چوسی ہے مصطفیٰؐ کی

شبیرؑ کی نظر میں عباسؑ کی وفا ہے
آنکھیں ہیں مصطفیٰؐ کی تصویر مرتضیٰؑ کی

کہتے ہیں جس کو جنت جھولی میں گر گئی ہے
ادنیٰ سی بھیک ہے یہ اولادِ فاطمہؑ کی

مظلومیت کے آگے ظالم نہ سر اٹھائے
ہاتھوں میں بے کسوں کے طاقت ہے کربلا کی

ہرگز نہ چارہ گر کا احسان لو مصدقؔ
خاکِ شفا دوا ہے ہر دردِ لادوا کی

فرشتو دیکھنا رتبہ تم ان کا روزِ محشر میں
ثنائے حضرتِ شبیرؑ ہے جن کے مقدر میں

مرا ہر لفظ جھوما جا رہا ہے مدحِ سرورؑ میں
ڈبویا ہو قلم جیسے کسی نے جامِ کوثر میں

تخیّل کیوں نہ مہکے پھر ثنائے ابنِ حیدرؑ میں
عزیزو پل رہا ہے یہ ولا کے مشک و عنبر میں

فضیلت ہم بڑھائیں ابنِ حیدرؑ کی، ارے توبہ
بڑھاتا ہے کوئی نکتہ کتابِ ربّ اکبر میں

علاجِ تشنگی دو تین قطروں میں نہیں ساقی
ادھر آ، پانچ دریا بہہ رہے ہیں میرے ساغر میں

جہادِ حق بھی ہے، دامن بھی چھوڑا ابنِ حیدرؑ کا
اثر آئے کہاں سے نعرہء اللہ اکبر میں

مصدّق عشق والوں سے یہ دنیا تنگ ہے لیکن
''مودت آلِ کی کام آئے میدانِ محشر میں''

جنابِ فاطمہؑ کی گود میں قرآن پلتے ہیں
یہی قرآن پھر اپنی ہی تفسیروں میں ڈھلتے ہیں

حسینؑ ابنِ علیؑ کا عشق دریائے کرامت ہے
جو اس میں ڈوب جاتے ہیں لبِ کوثر نکلتے ہیں

سکوں کو ڈھونڈنا بیکار ہے اس دشتِ وحشت میں
چل اے بے چین دل، شبیر کے روضے پہ چلتے ہیں

میں اتنے دام دے کر سب میں جنت بانٹ سکتا ہوں
مرے لب مدحتِ شبیرؑ کا سونا اُگلتے ہیں

عجب انداز ہے اشکوں کے ان روشن چراغوں کا
ہوائیں تیز ہو جائیں تو یہ کچھ اور جلتے ہیں

کوئی یہ لکھ دے حر کے روضہء پرنور پر جا کر
اندھیرے میں اگر ٹھوکر لگے تو یوں سنبھلتے ہیں

مصدقؔ کس لیے تقدیر کا احسان لیتے ہو
ہمیں دیکھو، جبیں پر کربلا کی خاک ملتے ہیں

کیسے بیاں کروں میں فضیلت حسینؑ کی
جاکر خدا سے پوچھیے قیمت حسینؑ کی

معبودِ ذوالجلال کا قرآن بن گیا
جب آیتوں میں ڈھل گئی مدحت حسینؑ کی

سجدے سے مصطفیٰؐ بھی نہ سر کو اٹھا سکے
اتنی کرشمہ ساز ہے چاہت حسینؑ کی

شیرِ بتولؑ، خونِ علیؑ، شکل مصطفیٰؐ
یہ سب ملے تو بن گئی صورت حسینؑ کی

کس آسرے پہ شیخ قیامت میں جاو گے
کوثر ہے بوتراب کا، جنت حسینؑ کی

اس واسطے گھروں پہ سجاتے ہیں ہم علم
دنیا میں آج بھی ہے حکومت حسینؑ کی

بڑھتے رہے ہیں اور یہ بڑھتے ہی جایں گے
دستِ سوال میرا، عنایت حسینؑ کی

اپنے عمل کے حُرؑ کو مصدق جگائے
قسمت سنوار دیتا ہے عادت حسینؑ کی

☆☆☆

خدا کے دین سے پختہ مزاج بنتا ہے
عملِ حسینؑ ہو تو پھر سر کا تاج بنتا ہے
علم گھروں پہ سجاؤ مگر یہ یاد رہے
فقط وفا سے حسینی سماج بنتا ہے

کسی نے مجھ سے جب شبیرؑ کی مدح و ثنا مانگی
تو اس مجبور لہجے نے کتابِ کبریا مانگی

بہت مانگا تو دنیا نے طبیبوں سے دوا مانگی
یقیں دیکھو ہمارا مر کے بھی خاکِ شفا مانگی

جہانِ عشق کی تاریخ میں سب نے وفا مانگی
وفا نے اے دلاور تیرے پرچم کی ہوا مانگی

تقابل جب ہوا اک روز سارے گلستانوں کا
تو رضوانِ جناں نے بھی زمینِ کربلا مانگی

خداوندا تو یہ جنت کسی محتاج کو دے دے
غمِ شبیرؑ میں رونے کی ہم نے کب جزا مانگی

کسی نے کہہ دیا شبیرؑ بھی ہوتے ہیں تربت میں
مصدقؔ نے بھی اپنے رب سے مرنے کی دعا مانگی

کتنی مشکل میں ہے معبود ثناخوانِ حسینؑ
اس کے اشعار میں کچھ بھی نہیں شایانِ حسینؑ

ہے جو فرمانِ الٰہی وہی فرمانِ حسینؑ
ایسا لگتا ہے کہ قرآن ہے قرآنِ حسینؑ

کربلا جاؤں گا اک روز یقیں ہے مجھ کو
دیکھو، ماتھے پہ مرے لکھا ہے مہمانِ حسینؑ

پالنے والے مجھے حر کا مقدر دے دے
میں بھی بن جاؤں کبھی قابلِ میزانِ حسینؑ

ظلم کیا چیز ہے، پیروں میں کچل سکتے ہو
شرط اتنی ہے کہ ہو ہاتھ میں دامانِ حسینؑ

غمِ دنیا تری اوقات و حقیقت کیا ہے
تجھ کو خاطر میں نہیں لاتے غلامانِ حسینؑ

کیسے فردوس کے باغات، کہاں کی جنت
یہ تو مٹھی میں لیے ہیں یہ محبّان حسینؑ

حر ہو، رضوان ہو، سائل ہو مدینہ کا، کہ میں
خالی دامن لیے لوٹیں، یہ نہیں شانِ حسینؑ

ہاں مصدقؔ یہاں جلتا ہے چراغوں میں لہو
آپ آسان سمجھ بیٹھے ہیں عرفانِ حسینؑ

لبوں کی رحل نے قرآن پھر سجایا ہے
مری زبان پہ نام حسینؑ آیا ہے

حسینؑ خلد جو بانٹے تو پھر تعجب کیا
یہ کام اُن کے غلاموں نے کر دکھایا ہے

جہاں پہنچ نہ سکے عزمِ انبیاؑ کے قدم
حسینؑ ابنِ علیؑ کو وہاں بھی پایا ہے

خدا کے دین نے لے لی تھی آخری ہچکی
خدا کے دین کو شبیرؑ نے بچایا ہے

سوائے خاک کے ذرے کے کیا تھا حر کا وجود
بس اک نظر نے اسے آسماں بنایا ہے

مقامِ آلِ محمدؐ میں شک کیا تم نے
اس ایک شک نے تمہیں دربدر پھرایا ہے

جہاں پہ خوف سے کانپے بہادروں کے جگر
وہاں حسینؑ کا بچہ بھی مسکرایا ہے

یہ حق سمجھنے میں کیوں ٹس سے مس نہیں ہوتے
تمام عمر مصدقؔ نے سر کھپایا ہے

☆☆☆

کیوں نہ جھوموں مئے کشو، مستِ مئے نایاب ہوں
ہاں شرابِ عشق کے چھینٹوں سے میں شاداب ہوں
دیکھ لیں اِس میکدے کا معجزہ اہلِ جہاں
تشنہ لب ساقی ہے میرا، اور میں سیراب ہوں

نفس کے حُر کو جگانا کوئی آسان نہیں
ہاں مصدقؔ تجھے یہ کام تو کرنا ہوگا

نوائے بے نوا

مناقب

سیّدِ سجّاد

حضرت امام علیؑ ابن الحسینؑ

ہاں عبادت میں جو سرشار نہیں ہوسکتا
اس کو عابدؑ سے سروکار نہیں ہو سکتا

مصلحت کیا تھی یہ معبود ہی جانے ورنہ
اک مسیحا کبھی بیمار نہیں ہو سکتا

اُس عزادار کی سنت پہ ہی چلنا ہوگا
ورنہ انسان عزادار نہیں ہو سکتا

طوق و زنجیر میں جسموں کو جکڑ سکتے ہو
ہاں مگر عزم گرفتار نہیں ہو سکتا

غمِ شبیرؑ کے بدلے میں یہ جنت لے لیں
ہم سے اشکوں کا یہ بیوپار نہیں ہو سکتا

وہ صحیفہ کہ جو ہے آلِ محمدؐ کا زبور
اس کے اعجاز سے انکار نہیں ہو سکتا

آسماں کیوں نہ ہلا دیں یہ مناجات و دعا
اس سے کم آپ کا معیار نہیں ہو سکتا

جا نمازِ لفظ پر سجدہ ادا میں بھی کروں
دل میں ہے سجادؑ کی مدح و ثنا میں بھی کروں

سر پہ خاکِ پائے عابدؑ کے ستارے ڈال کر
اپنی قسمت کو ضیا سے آشنا میں بھی کروں

سوچتا ہوں خطبہء عابد سناؤں عمر بھر
پھر یزیدی فکر کو بے دست و پا میں بھی کروں

کیوں نہ اُن کا نام لوں، کیوں اُن کا دامن چھوڑ دوں
بے وفائی کی ہے اُمت نے، تو کیا میں بھی کروں

مجھ کو بھی کچھ لطفِ اعجازِ مسیحائی ملے
آج اک بیمار سے دل کی دوا میں بھی کروں

کاش چشمِ دل صحیفہ پڑھ سکے سجادؑ کا
جو فلک کو چیر دے، ایسی دعا میں بھی کروں

اے مصدقؔ دل میں ہے سب میں اُن سے مانگ لوں
تنگیء دامن کا، قسمت سے گلہ میں بھی کروں

متاعِ دل کا کرو کاروبار سجدوں سے
بنو زمانے میں سرمایہ دار سجدوں سے

بلا کی دھوپ ہے صحرائے کفر ہے لوگو
اُگاؤ اک شجرِ سایہ دار سجدوں سے

وہ جس میں سر تو جھکے ساتھ ساتھ دل بھی جھکے
وہ ایک سجدہ ہے بہتر ہزار سجدوں سے

جنابِ سیّدِ سجادؑ کی جبیں کے نثار
اُلٹ کے رکھ دیا ہر اقتدار سجدوں سے

بدن میں ضعف تھا اور تین دن کی بے ہوشی
اُٹھایا تن پہ امامت کا بار سجدوں سے

وہی تو شام کا خیبر اُکھاڑ سکتا ہے
جو بے کسی کو کرے ذوالفقار سجدوں سے

کہاں کے تیر، سناں کیسی، کون سی شمشیر
ہے قصرِ ظلم میں سب انتشار سجدوں سے

جبیں کا مہرِ منور کچھ اس طرح چمکا
ردائے شام ہوئی تار تار سجدوں سے

جنابِ سیّدِ سجادؑ سے ہے پیار جسے
کبھی وہ کر نہیں سکتا فرار سجدوں سے

سجانا ہے انہیں رومالِ فاطمہؑ میں اگر
ان آنسوؤں کو کرہ مشکبار سجدوں سے

یہ دو چراغ مصدّق ہے اپنا سرمایہ
غمِ حسینؑ سے الفت، تو پیار سجدوں سے

مرے امامؑ نے اِس شان سے کیا سجدہ
وفورِ عشق میں پھر ان کا ہوگیا سجدہ

نبیؐ کی آل نے کچھ ایسا اعتبار دیا
جبیں زمیں پہ جھکی، معتبر ہوا سجدہ

مریض تھا، تو وہ خود اپنا چارہ ساز بھی تھا
ہوا تھا عابدؑ بیمار کی دوا سجدہ

میں ساجدین کا سیّد نہ کیوں کہوں اُس کو
قدم پہ جس کے کرے خاکِ کربلا سجدہ

بتولؑ پاک کے بچے اِسی کے ساتھ رہے
بتولؑ پاک کے گھر میں پلا بڑھا سجدہ

زمانہ پھر گیا آلِ نبیؐ کے قبلہ سے
یہی ہو حال تو پھر کیا رکوع، کیا سجدہ

اُلٹ رہا تھا اکیلا وہ شام کا خیبر
اور اِس علیؑ کے لئے ذوالفقار تھا سجدہ

یزیدیت کو اِنہی ضربتوں نے مارا ہے
گلے کا طوق، بُکا، زخمِ دل، دُعا، سجدہ

جبیں کا کھیل تماشہ ہے اور کچھ بھی نہیں
قبول ہوگا مصدّق کہاں تیرا سجدہ

منقبت

الباقر

حضرت امام محمد ابنِ علیؑ

جس عِلم کا جہاں میں بڑا احترام ہے
اس عِلم کی جبین پہ باقرؑ کا نام ہے

واعظ ذرا سی چکھ لے یہ باقرؑ کا جام ہے
یہ جام وہ ہے جس سے تغافل حرام ہے

پہلی رجب ہے آؤ امانت کرو سپرد
جابر تمھارے پاس کسی کا سلام ہے

کرب و بلائے جہل اگر ہے تو کیا ہوا
یہ عِلم کا حسین علیہ السلام ہے

سیرت وہی ہے، حُسن وہی، نام بھی وہی
سچ ہے یہ جانشینِ رسولِ انامؐ ہے

لازم ہے سب پہ آلِ محمدؑ کی معرفت
اس کے بغیر دینِ خدا ناتمام ہے

قرآن کو سمجھنا، شریعت کو جاننا
اے ناشناسِ حق یہ امامت کا کام ہے

ہے آپؐ کا غلام مصدقؔ یہ سچ نہیں
وہ آپؐ کے غلام کا ادنیٰ غلام ہے

مناقب

الصادق

حضرت امام جعفر ابنِ محمدؑ

تو وقارِ مصطفیٰؐ اے این احمدؐ ہوگیا
افتخارِ دینِ حق مثلِ اب و جد ہوگیا
صدق تیری ذات سے کچھ اس طرح منسوب ہے
نام تیرا صادقِ آلِ محمدؐ ہوگیا

اعلیٰ ثنا ہو اُس کی کہ عالی نسب ہے وہ
اور اِس میں صدقِ دل ہو کہ صادق لقب ہے وہ

وہ علم، وہ کمال، وہ عصمت کا مرتبہ
جو کچھ فضیلتوں میں ہے موجود، سب ہے وہ

ہم جعفری کے نام سے مشہور ہوگئے
ہیں ہم جو ایک قوم تو اس کا سبب ہے وہ

انسان کے شعور میں ٹپکا دے ایک بوند
اے بحرِ علم، آج بہت تشنہ لب ہے وہ

ہے آج اس کا خطۂ فارس یہ اختیار
جس پر عجم کو ناز ہو ایسا عرب ہے وہ

اِک ذوالفقارِ عقل چلانا سکھا گیا
ہاں خیبرِ قیاس پہ ایسا غضب ہے وہ

دامن لیے ہوئے ہے اجالوں کی کائنات
سورج نبیؐ کی ذات، مگر تاب و تب ہے وہ

شایانِ شان مدح مصدقؔ نہ کرسکا
کر دیجیے معاف بڑا بے ادب ہے وہ

☆☆☆

ہر آگہی کے خواب کی تعمیر کر گیا
صادقؑ لقب تھا صدق کی تشہیر کر گیا
عباسیوں کے دور کا یہ وہ حسینؑ ہے
جو کربلائے علم کی تسخیر کر گیا

لُغت کے سارے لفظوں سے حسیں لفظِ صداقت ہے
تو یہ میرے چھٹے آقاؑ و مولاؑ کی بدولت ہے

امامِ جعفرؑ صادق کے قول و فعل سچے ہیں
یہ جو کرتے ہیں سنت ہے، جو کہتے ہیں شریعت ہے

دیارِ علم کے دانش کدوں پر صاف لکھا ہے
یہاں پر وارثِ نہج البلاغہ کی حکومت ہے

رسالت کے چراغ اِن آندھیوں سے بجھ نہیں سکتے
محافظ اِن چراغوں کی امامت تھی، امامت ہے

یہ سجدہ اور سجدہ ریز ماتھے کی ضیا باری
نثار اُس پر کہ جس کا نام لینا بھی عبادت ہے

وہ جس پر قالَ صادق کے ہزاروں گُل مہکتے ہوں
تعفن خیز دل کو ایسے منبر کی ضرورت ہے

ثنا کی بزم سے ہم لوگ مالا مال اُٹھیں گے
یہاں ہر سانس مہنگی ہے، یہاں لمحوں کی قیمت ہے

سبھی کو کہہ دیا سچا، زمانے والے کیا جانے
وہی سچا ہے جس کے دل میں صادقؑ کی محبت ہے

مصدقؔ تم نے دیکھی ہے کبھی یہ کجروی اپنی
یہی "کُو نُو لنا زینا" کے جملے سے بغاوت ہے

ہیں دونوں آئینہء صداقت، رسولؐ صادق امامؑ صادق
اِدھر رسالت اُدھر امامت رسولؐ صادق امامؑ صادق

کلام دونوں کے ایک جیسے کہ جیسے نکلے ہوں اک زباں سے
ہیں ایک کردار ایک سیرت رسولؐ صادق امامؑ صادق

رسولؐ صادق کتاب لائے، امامؑ صادق بنے محافظ
ہیں گویا قران کی ضرورت رسولؐ صادق امامؑ صادق

یہ دونوں تنویرِ ہل اتیٰ ہیں، یہ دونوں تفسیرِ انما ہیں
ہیں ماہِ تطہیر، مہرِ عصمت رسولؐ صادق امامؑ صادق

یہی اندھیروں میں شمعِ روشن، یہی اجالوں میں راہِ منزل
مثالِ قران ہیں ہدایت رسولؐ صادق امامؑ صادق

ہمیشہ کرتا رہے گا مدحت رسولؐ حق کی امامؑ حق کی
اگر مصدقؔ کو دیں اجازت رسولؐ صادق امامؑ صادق

منقبت

الکاظم

حضرت امام موسیٰ ابنِ جعفرؑ

عزت مری یہی، یہی میرا وقار ہے
مولاؑ کے مدح خوانوں میں میرا شمار ہے

خوشبو ہے، تازگی ہے، صبا ہے، نکھار ہے
ہے ساتویں بہار، مگر کیا بہار ہے

کشتی پہ نام لکھا ہے بابِ مراد کا
اب آندھیاں بھی زیر ہیں، بیڑا بھی پار ہے

آنکھوں کا نور، دل کا سکوں، روح کا قرار
وہ کاظمین، خلد بھی جس پر نثار ہے

چمکا ہے آسمانِ صداقت پہ دیکھئے
وہ چاند جس سے جعفرؑ صادق کو پیار ہے

قطرہ طلب کیا تو سمندر عطا ہوا
وہ میری حیثیت تھی، یہ اُن کا وقار ہے

جس شئے سے اہلِ بیت بچاتے ہیں دین کو
وہ شئے کبھی قلم ہے، کبھی ذوالفقار ہے

تم نے تمام عمر مصدقؔ گذار دی
لیکن ثنائے آلؑ ابھی تک اُدھار ہے

مناقب

الرضا

حضرت امام علی ابنِ موسیٰ ؑ

قرار علیؑ ہے دلِ مصطفیٰ ہے
چراغِ حسینی کی وہ اک ضیاء ہے
وہ غرقِ رضائے الٰہی ہے ایسا
علیؑ ابن موسیٰ امامِ رضاؑ ہے

اپنا دل مدت سے پیاسا ہے چلو مشہد چلیں
ہاں وہاں رحمت کا دریا ہے چلو مشہد چلیں

دیکھو اِٹھلاتی ہے مشہد سے جو آتی ہے ہوا
ہو نہ ہو اُن کا بُلاوا ہے چلو مشہد چلیں

اس زمانے کے غموں سے تھک چکا ہوں میں بہت
اب ذرا آرام کرنا ہے چلو مشہد چلیں

حُسن، خوشبو، رنگ، جلوہ، روشنی، دل کا سکوں
سارا منظر کربلا کا ہے چلو مشہد چلیں

کر کے مولاؑ کی زیارت پھر تڑپ جاتا ہے دل
پھر وطن آکر وہ کہتا ہے چلو مشہد چلیں

ایک یہ دنیا ہے، رقصاں ہیں جہاں پر نفرتیں
ایک وہ الفت کی دنیا ہے چلو مشہد چلیں

ہر شخص دردِ دل کی دوا ڈھونڈتا رہا
میرے لبوں پر ذکرِ امامِ رضاؑ رہا

موسیٰؑ کا گھر ہے اور اِمامت کا نور ہے
شرمندہ طُور اپنی ضیا دیکھتا رہا

اُمّت نے چھوڑا دامنِ آلِ رسولؐ کو
دینِ رسولِؐ پاک میں اب اور کیا رہا

سب حاکمانِ وقت کے در بند ہو گئے
لیکن درِ رضاؑ جو کھُلا تھا، کھُلا رہا

صد شکر زندگی مری مدحت میں کٹ گئی
سنسان وادیوں میں میرا دل لگا رہا

خاموش کر دیا تھا مصدّق کو موت نے
لیکن لبوں پہ نعرۂ صلِّ علیٰ رہا

خاکِ مشہد جبیں پہ ملتے ہیں
اس لیے سر اُٹھا کے چلتے ہیں

جب ثنائے امامؑ کرتا ہوں
لفظ پاکیزگی میں ڈھلتے ہیں

ایسے ہادی ملے ہیں قسمت سے
لوگ گرتے ہیں، ہم سنبھلتے ہیں

موڑ دیتے ہیں یوں وہ فطرت کو
آندھیوں میں چراغ جلتے ہیں

کہہ کے دیکھو تو یا امامِ رضاؑ
سارے غم دیکھو کیسے ٹلتے ہیں

ہم نے منزل کبھی نہیں بدلی
اور نہ ہم راستہ بدلتے ہیں

جس فضا میں ہو وردِ نادِ علیؑ
اپنے بچے اسی میں پلتے ہیں

اے مصدقؔ امامؑ کی مدحت
یہ ہے سونا جو ہم اُگلتے ہیں

کیا فکر اگر دھوپ میں سانسوں کا سفر ہے
دو چار قدم پر ہی تو مشہد کا شجر ہے

الفاظ کی قلت بھی ہے مدحت کا جنوں بھی
قطرہ ہوں مگر پھر بھی سمندر پر نظر ہے

ماتھے پہ سجے ہیں جو چمکتے ہوئے سورج
یہ خاکِ خراسان کے ذروں کا اثر ہے

غربت، تُو اب اس لفظ کا مفہوم بدل دے
دنیا میں شہہِ طُوس کے آنے کی خبر ہے

اُس طور پہ لے چل مجھے اے جذبۂ دیدار
جس طورِ ضیا بار پہ موسیٰؑ کا پسر ہے

دیوار پہ تصویر لگا دی ہے حرم کی
اس دن سے مرے گھر میں بہاروں کا گذر ہے

لہک لہک کے مرا ذوق بولتا تو نہیں
کہیں امامِ رضاؑ کا یہ تذکرہ تو نہیں

وہی کمال، وہی نام ہے، وہی صورت
میں کہہ رہا ہوں رضاؑ جس کو، مرتضٰی تو نہیں

نثار ارضِ خراسان تیرے جلووں پر
میں آ گیا ہوں جہاں پر، وہ کربلا تو نہیں

درِ رضاؑ پہ تو بن مانگے بھیک ملتی ہے
میں اس جہاں کے کسی شاہ کا گدا تو نہیں

حیاتِ پاک میں عصمت کی یہ ضیاء باری
کہیں زبان پہ توصیفِ فاطمہؑ تو نہیں

خدایا مجھ کو خراسان کی زمین ملے
یہ خلد ٹھیک ہے لیکن مرا صلہ تو نہیں

درِ رضاؑ سے مصدقؔ تو خالی لوٹ آئے
قسم حسینؑ کی، ایسا کبھی ہوا تو نہیں

تجلی ہے کیسی یہ کیسی ضیا ہے
ہر اک سمت اک نور کا قافلہ ہے

خدا جانے چھپ کیوں رہا ہے یہ سورج
وہ کیوں آج بدلی میں شرما رہا ہے

زمیں پر اُتر آئی کیوں یہ ثریا
عجب آج اس کی بھی یارو ادا ہے

دوشالے پہ اس کے ستارے جڑے ہیں
دوشالہ بھی مستی میں لہرا رہا ہے

فرشتوں نے یثرب کی گلیاں سجائیں
جہاں سارا باغِ جناں ہوگیا ہے

شعاعیں نکلتی ہیں موسیٰؑ کے گھر سے
تجلّی سے گھر طورِ سینا بنا ہے

کہا مجھ سے آکر فرشتو نے ناداں
زمیں پر خدا کا ولی آرہا ہے

زمیں پر جو برسات ہے روشنی کی
وہ نورِ خدا ہے وہ نورِ خدا ہے

نظر آرہی ہے تجلّی جو ہر سو
وہ نورِ جمالِ امامِ رضاؑ ہے

خدا کی رضا کا رضاؑ ہے وہ پیکر
جو سیرت میں بالکل رسولِؐ خدا ہے

علیؑ کی شجاعت لہو میں ہے شامل
یقیناً یہی وارثِ مرتضیٰؑ ہے

نہ کیوں صبر میں ہو یہ شبیرؑ جیسا
امامِ رضاؑ کی بھی ماں فاطمہؑ ہے

ملے خاک، خاکِ خراساں میں میری
مصدق کی یارب یہی اک دعا ہے

دیکھو کہ ہم جبیں پہ ضیا لے کے آئے ہیں
خاکِ درِ امام رضاؑ لے کے آئے ہیں

جنت نظیر طُوس کے موسم کی وہ مٹھاس
مشہد میں کربلا کا مزا لے کے آئے ہیں

ہم جن کو مانگنے کا سلیقہ نہ تھا نصیب
مُٹھی میں مستجاب دعا لے کے آئے ہیں

روضہ کو دیکھنے کی تڑپ ہم کو لے گئی
اب پھر وہی تڑپ بخدا لے کے آئے ہیں

پھولوں نے کب بہار سے مانگے ہیں رنگ و بو
وہ تو حرم کی آب و ہوا لے کے آئے ہیں

ہے تیسرے علیؑ کے بھی قبضہ میں کائنات
کیا اب بھی پوچھتے ہو کہ کیا لے کے آئے ہیں

کرتے ہوئے یقین مصدقؔ امامؑ پر
ہم سامنے ہوا کے دیا لے کے آئے ہیں

نوائے بے نوا

منقبت

التقی

حضرت امام محمد ابنِ علیؑ

مت لایئے زبان پہ ہرگز کسی کی بات
بس کیجئے امامِ محمدؑ تقی کی بات

بابا علیؑ ہے اس کا، محمدؐ ہے اس کا نام
اس کی ہر ایک بات نبیؐ کی علیؑ کی بات

آغوش میں علیؑ کے محمدؐ کو دیکھئے
اب اور کیا کرے کوئی جلوہ گری کی بات

معبودِ ذوالجلال سے پایا لقب جوادؑ
جود و سخا کی بات ہے میرے تقیؑ کی بات

خاکِ درِ تقیؑ ہے ہر اک درد کی دوا
کیوں چارہ ساز کرتے ہیں چارہ گری کی بات

ہے کتنا خوش نصیب مصدقؔ ترا قلم
برسوں سے لکھا رہا ہے یہ آلِ نبیؐ کی بات

منقبت

النقی

حضرت امام علی ابنِ محمدؑ

اک سلسلہ زمیں تا فلک روشنی کا ہے
لگتا ہے آج جشن امامِ نقیؑ کا ہے

عصمت کے سلسلہ کو یہ چوتھا علیؑ ملا
واللہ اس کے سینہ میں دل بھی علیؑ کا ہے

اک بار پھر علیؑ ہے محمدؐ کی گود میں
لوگو یہ دن بھی تیرہ رجب کی خوشی کا ہے

بکھراتے جاؤ دوستو موتی درود کے
زہراؑ کے پاک گھر میں یہ موقع خوشی کا ہے

عالم بنا دیا ہے بہتر زبان کا
ایسا کمال اے ابو ہاشم کسی کا ہے؟

اے شیخ آنکھ رکھ کے بھی تو دیکھتا نہیں
سارا قصور تیری نظر کی کمی کا ہے

اک روز ہم فقیر بھی سامرّہ جائیں گے
ہم کو یہ اعتماد ہے، وہ در سخی کا ہے

ہے ساری کائنات کا مالک علیؑ نقیؑ
جس کی ہے کائنات مصدقؔ اُسی کا ہے

مناقب

العسکری

حضرت امام حسنؑ ابنِ علیؑ

پیچیدہ راستوں پہ جو ڈر گمرہی کا ہے
یہ مسئلہ خدا کی قسم، رہبری کا ہے

در در بھٹک کے سب سے ہدایت نہ مانگئے
یہ کام تیرگی کا نہیں، روشنی کا ہے

کیا گیارہویں امامؑ کی عظمت بیاں کروں
عیسیٰ سے بڑھ کے نورِ نظر عسکریؑ کا ہے

وہ نام میں، مزاج میں، کردار میں حسنؑ
اس پر خدا کی شان کہ چہرہ علیؑ کا ہے

سامرّہ و عراق سے باہر نکل کے دیکھ
جو کچھ ہے کائنات میں سب کچھ اسی کا ہے

روضہ کا انہدام، ولادت کا جشنِ نور
سینے میں جوش غم کا ہے موقع خوشی کا ہے

آلِ نبیؐ کی مدح مصدقؔ کیا کرو
اِس مدح میں ہی اصل مزا شاعری کا ہے

ثنائے عسکریؑ کرتے رہیں گے
غمِ دل میں کمی کرتے رہیں گے

خدا کی بندگی ہے ذکر اُن کا
خدا کی بندگی کرتے رہیں گے

نظر میں رکھ کے سامرہ کے جلوہ
نظر میں روشنی کرتے رہیں گے

ستم گاروں نے روضہ کو گرایا
یزیدی ہیں، یہی کرتے رہیں گے

زباں کا کیا ہے وہ کٹتی رہے گی
مگر ہم مدح بھی کرتے رہیں گے

فرشتوں کے سوالوں سے نہ گھبرا
وہ سب مولا علیؑ کرتے رہیں گے

اگر سنتے رہیں اہل سودت
مصدقؔ شاعری کرتے رہیں گے

مناقب

المہدیؑ
امام حُجت ابنِ الحسنؑ

مدت سے اک تڑپ ہے دلِ بے قرار میں
پردہ اٹھا دوں یہ تو نہیں اختیار میں
میری نظر سے بچ کے کہاں جائیں گے حضور
آنکھیں بچھی ہوئی ہیں رہِ انتظار میں

اے عشق عریضہ کو لہو رنگ بنا دے
سینے سے یہ دل نوچ کہ پانی میں بہا دے

جس حشر میں موقوف ہے اس حُسن کا آنا
اے میرے جنوں آج وہی حشر اٹھا دے

بچ بچ کے وہ نظروں سے بھلا کتنا بچیں گے
ان آنکھوں کو سرکار کے رستے میں بچھا دے

سچ یہ ہے کہ خود میں ابھی تیار نہیں ہوں
مالک مجھے اس حسن کے قابل تو بنادے

وہ حیدرؑ و صفدر ہے تو اے میرے خداوند
تو مجھ کو بھی قنبر کے کچھ انداز سکھا دے

وہ چاند ہے زہراؑ کا تو مجھ میں بھی خدایا
فضّہ کا سلیقہ ہو ابوزرؓ کے ارادے

اس دشتِ بلا خیز کا شبیرؑ وہی ہے
اے خالقِ شبیرؑ مجھے جون بنا دے

مانا کہ میں پیاسا ہوں مگر پالنے والے
مئے خانۂ اُلفت کے کچھ آداب سکھا دے

ناواقفِ میخواری بھلا کیسے پکارے
اے ساقیء کوثر کے پسر پیاس بجھا دے

سلمانؓ کے دل میں جو سلگتی ہے خدایا
وہ آگ مصدقؔ کے بھی سینے میں لگا دے

اے میرے دل نہ پوچھ کہ کیا کیا ہے سامنے
بس عسکریؑ کے لعل کا جلوہ ہے سامنے

چُھپنا مزاجِ حُسن اگر ہے تو کیا ہوا
آئینہ دل کا ہم نے بھی رکھا ہے سامنے

ہے اصل میں یہ ضعفِ نظر اور کچھ نہیں
دنیا سمجھ رہی ہے کہ پردہ ہے سامنے

عباسؑ کہہ رہے ہیں مصلّی بچھایئے
جیتا ہے جو وفا نے وہ دریا ہے سامنے

اب درد کا علاج بھی ہوگا نماز میں
عیسیٰ ہیں پیچھے اور مسیحا ہے سامنے

کاغذ کے ایک ٹکڑے کی قسمت تو دیکھئے
میں اس طرف ہوں اور عریضہ ہے سامنے

کیسے نصیری نیمہء شعباں میں خوش نہ ہو
یہ بارہواں خدا ہے جو آیا ہے سامنے

بچے کو دیکھ دیکھ کے جھومے ہیں انبیاء
ان سب کی کاوشوں کا خلاصہ ہے سامنے

میرے جنوں نے آج مسیحا سے کہہ دیا
اُٹھ اے مریضِ عشق مسیحا ہے سامنے

تم سے اگر عمل کا مصدّق سوال ہے
کہہ دینا دیکھ لیجئے قصیدہ ہے سامنے

اپنی ظلمت کو لئے رات نہاں ہوتی ہے
شب کے ماروں سے کہو صبح عیاں ہوتی ہے

محوِ گفتار تجلی کی زباں ہوتی ہے
مصحفِ حُسن کی تفسیر بیاں ہوتی ہے

مہرِ تاباں میں وہ تنویر کہاں ہوتی ہے
ترے پردے سے جو چھن چھن کے عیاں ہوتی ہے

اے نظر جلوۂ پرنور سے دامن بھر لے
حُسن کی آخری تصویر عیاں ہوتی ہے

چارہ گر لایا ہے دردِ دلِ مضطر کی دوا
اے مسیحا تری تقدیر جواں ہوتی ہے

دل کے جزدان میں آئے گا شریکِ قراں
ایک صورت مرے سینے میں عیاں ہوتی ہے

اے مصدقؔ چلو پلکوں کا مصلیٰ لے کر
کعبۂ دل میں محبت کی اذاں ہوتی ہے

بادل سے کیا چھپے گا بھلا فاطمہؑ کا چاند
پورا چمک رہا ہے رسولِؐ خدا کا چاند

یوں عسکریؑ کی گود میں ہے فاطمہؑ کا چاند
جیسے فلک پہ جلوہ نُما اِنّما کا چاند

مدحِ امامِؑ عصر کے تارے ہیں جا بجا
اور ان کے درمیان ہے صلّ علیٰ کا چاند

آنگن میں میرے رہتی ہے ہر وقت روشنی
گھٹتا نہیں امامِؑ زماں کی عطا کا چاند

میں ہو گیا ہوں اپنے عریضہ پہ خود نثار
دریا کو نور دیتا ہے میری دعا کا چاند

دریا پہ اک علم ہے، برابر میں جا نماز
نرجس کے چاند پر ہے نچھاور وفا کا چاند

پھیلے شبِ خرد میں سلونی کی روشنی
منبر کے ہو فلک پہ اگر مرتضیٰؑ کا چاند

یوں تو ہمارے سامنے گیارہ بھی کم نہ تھے
چمکا ہے آج بارہواں دینِ خدا کا چاند

کیا چیز ہے یہ عرش مصدقؔ کے سامنے
اس کے تو اپنے گھر میں ہے فرشِ عزا کا چاند

چلو ظہور کا بادہ اُبلنے والا ہے
نظر کا جام پھر اک بار چلنے والا ہے

مزاجِ مینا و ساغر بدلنے والا ہے
جو گر گیا تھا وہ پی کر سنبھلنے والا ہے

یہ شیخ اپنے گلے کے لعاب کی مانند
تمام کُفر کے فتوے نگلنے والا ہے

گماں کا دور ہے اب آخری مراحل میں
لبِ یقیں سے سلونی نکلنے والا ہے

خبر سنا دو نئے دور کے یزیدوں کو
حسینؑ عصر کا اک وار چلنے والا ہے

شرارِ جونؑ لئے، آتشِ حبیبؑ لئے
چراغِ عشق پھر اک بار جلنے والا ہے

شریکِ کارِ حسینؑ، تری ردا کی قسم
یزیدیت کا جنازہ نکلنے والا ہے

رہِ عمل میں مصدقؔ یہ کجروی کیسی
بدل بھی جاؤ، زمانہ بدلنے والا ہے

چمن والے یہ کہتے ہیں بہار آئے بہار آئے
بہاروں کی یہ ضد ہے عسکریؑ کا گل عذار آئے

ہماری مئے کشی یوں غیب پر ایمان لائی ہے
کہ ساقی چُھپ بھی جائے تب بھی آنکھوں میں خمار آئے

تڑپتی ہے یہ عباسِؑ جری کو یاد کر کر کے
بچھا دو جانماز اپنی کہ موجوں کو قرار آئے

میں اس کے حُسن کو تشبیہ کس کے حُسن سے دیتا
تصور میں فقط دوشِ محمدؐ کے سوار آئے

عبث تکرار کرتے ہو اُسے آنے تو دو واعظ
مرا ذمّہ اگر اس حُسن پہ تم کو نہ پیار آئے

غمِ دوراں سے کہہ دو میرا دل اک بزمِ خلوت ہے
یہاں کوئی نہ آئے صرف میرا پردہ دار آئے

وہ حیدرؑ ہے زمانے کا تو پھر اپنے بھی سینے میں
دلِ قنبر دھڑکتا ہو تو لطفِ انتظار آئے

جہالت کی صداؤں سے سماعت کانپ اٹھتی ہے
اگر آئے تو کم سے کم سلونی کی پکار آئے

تری الفت کا آئینہ بچا رکھا ہے اے مولاؑ
اگرچہ ہر گھڑی فتووں کے پتھر بے شمار آئے

زمیں ظلم و ستم کے زخم کھا کر یوں پکار اٹھی
کرم کی اک نظر مولاؑ مرے دل کو قرار آئے

مصدقؔ لکھ عریضے کو عمل کی روشنائی سے
تری عرضِ تمنا کا انہیں کچھ اعتبار آئے

فرقت کے اندھیروں میں مت پوچھ کہ کیا دیکھا
پلکوں کے دریچے پر اشکوں کا دیا دیکھا

سب درد کے ماروں کو محتاجِ دعا دیکھا
گردوں پہ مسیحا کو بیمار پڑا دیکھا

مئے خانہ عصمت کا کیسا ہے نشّہ، دیکھا ؟
ساقی کا تصور ہے اور ہوش اُڑا دیکھا

پانی کے مصلی پر ساقی کو کھڑا دیکھا
اٹھتی ہوئی موجوں کو قدموں پہ گرا دیکھا

اس بزمِ تخیل میں جب جب وہ چلے آئے
جلوئے کو عیاں دیکھا پردے کو ہٹا دیکھا

کیا لکھا ہے عاشق نے اس بار عریضے میں
ہر موج کے سینے میں طوفان بپا دیکھا

کردار میں، صورت میں، گفتار میں، سیرت میں
پردے کے اُدھر ہم نے ایک شیر خدا دیکھا

اس جذبۂ الفت کو بیدار تو ہونے دو
ہم نے دلِ مضطر میں قنبر کو چھپا دیکھا

کیا نورِ شباہت ہے، کیا حُسنِ شباہت ہے
پردے میں نصیری نے اپنا ہی خدا دیکھا

جب حکمِ شریعت سے منہ موڑا مصدق نے
آقاؑ کے کلیجے پر اک زخم نیا دیکھا

گر دل میں انتظارِ امامِؑ زماں نہیں
ایسا ہے جیسے دھوپ ہے اور سائباں نہیں

آئینۂ یقین نہ ٹوٹے گا حشر تک
صد شکر اس شعور میں سنگِ گراں نہیں

منظر تصورات کا کتنا حسین ہے
وہ سامنے ہیں اور کوئی درمیاں نہیں

دریا سلگ رہا ہے عریضے کے سوز سے
موجو، ابھی یہ ہجر کا پورا بیاں نہیں

میری دعا نے مجھ سے کئی بار یہ کہا
وہ درد، وہ تڑپ، جو وہاں ہے یہاں نہیں

ہاں میں زمیں ہوں، خاک ہوں اور پست ہوں مگر
یہ مت سمجھنا میرا کوئی آسماں نہیں

ہوگی تمہارے دل میں مصدقؔ وفا مگر
کیا بات ہے کہ آگ ہے لیکن دھواں نہیں

غم کے ماروں میں تیرا ذکر برابر ہوگا
ہم نہ ہونگے تو کوئی اور سخن ور ہوگا

دوستو کتنا دلآویز وہ منظر ہوگا
ہر کمال اس کا مری سوچ سے بڑھ کر ہوگا

مرتضیٰؑ وقت کا تب آئے گا جب دنیا میں
کوئی سلماں، کوئی بوذر، کوئی قنبر ہوگا

سامنے بیٹھنے والے بھی تو دو چار ملیں
وارثِ علمِ سلونی سرِ منبر ہوگا

چاہے ٹوٹا ہوا ساغر ہو مگر ہو تو سہی
اسی ٹوٹے ہوئے ساغر میں سمندر ہوگا

قتل و غارت کو مٹائے گا حسنؑ کا دلبر
تیغ ہوگی نہ سناں ہوگی نہ خنجر ہوگا

فیصلے ہونگے نہ پھر شاہ کے درباروں میں
اپنی مٹھی میں خود انساں کا مقدر ہوگا

خانۂ حق تری تقدیر بدل جائے گی
جب عیاں کعبہ سے وہ مہر منور ہوگا

سب کا احوال عریضہ میں وہ لکھ دیتا ہے
لوگ الجھیں نہ مصدّق سے تو بہتر ہوگا

غیبت پہ اعتراض کا بس یہ جواب ہے
کہہ دو دلیلِ صبح فقط آفتاب ہے

بربادیٔ جمود کا جو بھی نصاب ہے
یہ انتظار اس کی مکمل کتاب ہے

مت کہیے مدح کرنے میں کتنا ثواب ہے
اپنے لیے تو اس میں خموشی عذاب ہے

کیا اضطرابِ دل بھی دواؤں سے جائے گا
اس باب میں عریضہ بہت کامیاب ہے

اس بار میں نے توڑ دیئے میکدے کے جام
میری طلب ظہور کی خالص شراب ہے

ہائے مری نگاہ کے بے ربط زاویے
ان زاویوں کا نام ہی شاید حجاب ہے

خوشبو نے خود کہا ہے مرے پردہ دار سے
نرجس کے پھول تیری مہک لاجواب ہے

اس انتظارِ حُسن کا اعجاز دیکھیے
ڈھلتی ہوئی یہ عمر بھی عہد شباب ہے

صحرائے شب میں چند قدم اور رہ گئے
تعبیر کے قریب مصدّق کا خواب ہے

غیرتِ ماہِ مبارک نیمۂ شعبان ہے
عسکریؑ کے گھر نزولِ آیتِ قرآن ہے

آنکھیں سورہ نور کا، واللیل گیسوئے حسیں
سورہء یوسفؑ بھی اُس کے حُسن پر قربان ہے

گود میں ماں نے لیا، صورت کو دیکھا، اور کہا
میری جاں قربان، یہ تو بولتا قرآن ہے

اُس کی بیداری میں حیدرؑ کی شجاعت کا کمال
اُس کے سونے میں جمالِ مصطفیٰؐ کی شان ہے

آنے والا ہے علیؑ کا آخری شیرِ جری
خیبرِ ظلم و ستم دو روز کا مہمان ہے

اہلِ غیبت وہ ہے جو قرآن پر رکھے یقیں
اہلِ قرآں وہ ہے جس کا غیب پر ایمان ہے

اے مصدقؔ زندہ و پائندہ ہے تیرا اِمامؑ
اس لئے تیرے قلم میں زندگی ہے جان ہے

ہم بھلا پاتے کہاں اے ابنِ حیدرؑ روشنی
وہ تو پردے سے نکل آتی ہے چھن کر روشنی

از محمدؐ تا محمدؑ سارے پیکر روشنی
کوئی لائے اس جہاں میں اس سے بہتر روشنی

دیکھ کر نرجس کو کہتا ہے فلک کا آفتاب
دے مجھے تھوڑی سی اے آغوشِ مادر روشنی

کوئی مانے یا نہ مانے یہ ہیں آثارِ سحر
دور اب مجھ کو نظر آتی ہے اکثر روشنی

شب گزیدو مسکراؤ، پل دو پل کی بات ہے
آفتابِ فاطمہؑ کر دے گا گھر گھر روشنی

پھر جلیں گے دیکھنا یارو سلونی کے چراغ
پھر سے دے گا ایک دن کوفہ کا منبر روشنی

سامنے سورج رہے، دامن میں بھر لوں میں ضیا
جیسے لے آتے تھے سلمان و ابو ذر روشنی

یوں تو پردے میں ہو تم، دل میں مگر ہو بے نقاب
گھر کے باہر ہے اندھیرا گھر کے اندر روشنی

اے مصدقؔ شعر کا رکھنا تعلق نور سے
رکھنا میثم کی طرح اپنے لبوں پر روشنی

ہم جیسے بے نوا بھی ہیں مضطر ترے لیے
قطرے بہا رہے ہیں سمندر ترے لیے

گلشن تک آگیا ہے جنوں انتظار کا
اب خاک اڑا رہے ہیں گلِ تر ترے لیے

رنگوں کا حسن اور نکھرنے کو ہے مگر
حق نے بچا لیا ہے وہ منظر ترے لیے

تیرے لیے یہ ایک ہی ٹھوکر کی بات ہے
پھوٹے گا اس زمین سے کوثر ترے لیے

بچے ہمک رہے ہیں جو ماؤں کی گود میں
تیار ہو رہے ہیں یہ لشکر ترے لیے

اے وقت کے حسینؑ تو آواز دے اگر
آجائیں کربلا کے بہتر ترے لیے

ہیں لوگ اعتبار کی شمع لیے ہوئے
آنکھیں بچھائے بیٹھے ہیں در پر ترے لیے

ہم تو دیتے آئے ہیں مقتل کو روز اک سر نیا
آزماتا کاش قاتل بھی کبھی خنجر نیا

مدح کا عنواں نیا ہے اور نہ ہے منبر نیا
ہاں مگر ہوتا ہے اندازِ ثنا اکثر نیا

نیمۂ شعبان کی صبحِ حسیں زریں افق
حور نے پہنا ہوا ہو جس طرح زیور نیا

اب حسنؑ کی گود میں ہے اک محمدؐ جلوہ گر
پھر سے عصمت کے صدف میں آگیا گوہر نیا

سورہء کوثر ہے نرجس کے لبوں پر بار بار
ہے وہی، لگتا ہے لیکن سورہء کوثر نیا

عسکریؑ کا لعل ہے بالکل علیؑ مرتضٰی
اب نصیری بھی چلائے گا کوئی چکر نیا

چھوڑ کر معصوم رہبر کو یہ پایا ہے عذاب
روز ابھرتا ہے گلی کوچوں میں ایک رہبر نیا

اے خدا پردہ نشیں کو دے دے اس کی ذوالفقار
تجھ کو کب تخلیق کرنا ہے کوئی حیدرؑ نیا

جا کے قنبر سے مصدقؔ کی سفارش کیجئے
دیکھئے شاید اسے درکار ہو نوکر نیا

ہے کربلا کے آخری منظر کا انتظار
لیکن حسینؑ کو ہے بہتر کا انتظار

نیزے کی نوک کو ہے اگر سر کا انتظار
ہم بھی تو کرتے آئے ہیں خنجر کا انتظار

سرکارؐ کو ہے حشر کے منظر کا انتظار
اپنے لیے تو حشر ہے پل بھر کا انتظار

اے دل ابھی بہار کی رعنائیاں کہاں
اس کو ہے عسکریؑ کے گلِ تر کا انتظار

اشکوں کے کچھ چراغ بھی روشن ہوں رات بھر
پھر لطف دے گا صبحِ منور کا انتظار

پیاسو اب اپنی پیاس کے کانٹے سمیٹ لو
سمجھو قریبِ ختم ہے ساغر کا انتظار

باطل تفکرات کی اُف یہ شدید دھوپ
جھلسی ہوئی خرد کو ہے چادر کا انتظار

چلئے حضور جلد مصلیٰ بچھائے
طوفاں میں ڈھل گیا ہے سمندر کا انتظار

ایسا بھی کیا ہے، پہلا قدم تو اٹھائے
پھر ساتھ ساتھ کیجئے رہبر کا انتظار

کچھ تو عمل کی بات مصدقؔ کیا کرو
باہر بھی آنا چاہیے اندر کا انتظار

ہجر کی تنہائیاں تھیں وقت تھا ٹھہرا ہوا
بزمِ دل پھر جاگ اٹھی جب آپ کا چرچا ہوا

چھوڑیے چھپنا چھپانا اب بہت عرصہ ہوا
دل پہ ٹوٹی ہے قیامت آپ کا پردہ ہوا

زندگی کے اس سفر میں بارہا ایسا ہوا
یوں لگا میرا کسی نے ہاتھ ہے تھاما ہوا

اے خدا، ذوقِ سفر کے ساتھ دے اذنِ سفر
آج تک قدموں کا سامرہ نہیں جانا ہوا

وہ کہیں غمگین ہو جائیں نہ میرے حال پر
دل میں آیا ہے عریضہ پھاڑ دوں لکھا ہوا

شور کرتے جائیں یہ فتویٰ گروں کا کام ہے
میں تو ہوں اپنا عقیدہ اوڑھ کر سویا ہوا

آپ مانیں یا نہ مانیں ان کے آنے کو مگر
ٹل نہیں سکتا رسولؐ حق کا فرمایا ہوا

میرے دامن میں بہت اشکوں کے سکے تھے مگر
اک ذرا سی آہ سے فردوس کا سودا ہوا

احمدؐ مرسل گئے دور ہدایت رک گیا
احمدؐ مرسل کی امت کو یہی دھوکا ہوا

سطح دریا پر مصلی جب بچھا سرکارؐ کا
اس پہ جو اونچا علم تھا اور بھی اونچا ہوا

لوگ کہتے ہیں ابھی کچھ دور ہے ان کا ظہور
آگ لگ جائے گی دنیا میں اگر ایسا ہوا

لے کے اپنے سیرت و کردار میں پہلے کی شان
فاطمہؑ کا آخری نورِ نظر پیدا ہوا

کام کچھ بے ربط شعروں نے مصدقؔ کا کیا
بچ گیا آخر جہنم سے، چلو اچھا ہوا

جب بھی شب بیتی، فضا جاگی، سویرا ہوگیا
میں یہی سمجھا ظہورِ ابنِ زہراؑ ہوگیا

پڑھتے ہی قران ایسا جوش پیدا ہوگیا
مدحتِ قرانِ ناطق کا ارادہ ہو گیا

میرے دل اتنا تڑپ، اتنا تڑپ، اتنا تڑپ
اپنے مولاؑ کو دکھا دے حشر برپا ہوگیا

ناز کرنا چھوڑ دے، اپنی ادائیں مت دکھا
دیر کر دی تو نے دنیا، میں تو اُن کا ہو گیا

وہ تو موجوں نے میری آنکھوں میں سب کچھ پڑھ لیا
کچھ نہیں لکھا مگر پھر بھی عریضہ ہو گیا

موجِ دریا، تجھ سے بہتر کون سمجھے گا اسے
ان سے جا کر کہہ دے، پانی سر سے اونچا ہو گیا

حُسن تو چھپتا ہے لیکن عشق چھپ سکتا نہیں
ان کا نام آیا تو روشن میرا چہرہ ہوگیا

ایک دن مظلومیت کو تاج پہنے دیکھ کر
چونک کر ظالم پکار اٹھیں گے یہ کیا ہو گیا

اب مری ہر فکر اسی کی سمت سجدہ ریز ہے
آپ دل میں آگئے تو دل بھی کعبہ ہو گیا

بس مصدقؔ کیا بتاؤں کتنی مشکل ہے ثناء
لاج رکھ لی میرے مولاؑ نے گذارا ہو گیا

جب ان کی یاد مرے دل میں جگمگاتی ہے
اندھیری شب میں اجالوں کے گیت گاتی ہے

قلم نے اس لیے سرکار کی ثنا لکھی
زمینِ شعر کو یہ آسماں بناتی ہے

قسم خدا کی امامت بھی ایسی نعمت ہے
جو بار بار محمدؐ کا نور لاتی ہے

تمہارا کیا ہے، نہ آؤ مگر نہ آنے سے
مرے خلوصِ محبت پہ بات آتی ہے

مرے عریضے میں قطرے ہیں میرے اشکوں کے
ہر ایک موج انہیں قطروں میں ڈوب جاتی ہے

یہ پھول آنکھ میں شبنم سجا کے کہتے ہیں
امامِ عصر کی فرقت ہمیں رلاتی ہے

میں بے عمل ہوں مصدقؔ، سوال کیسے کروں
مجھے تو اپنے عریضے سے شرم آتی ہے

جنوں ہے، حشر ہے، طوفان اٹھا ہے وحشت کا
ہے انتظار تمہیں اور کس قیامت کا

یہ معجزہ ہے فقط آپ کی محبت کا
گریباں چاک بھی کرنا ہے کام حکمت کا

تم ایک پردۂ غیبت اٹھا نہیں سکتے
ہمیں بھی دیکھو اٹھایا ہے بار فرقت کا

سنا ہے ہم نے قیامت میں آئیں گے مولاؑ
تو کہنے دیجیئے وہ حُسن ہے قیامت کا

لرزتے ہاتھ نے مہدیؑ کا میم لکھا تھا
قلم کی نوک کو آیا مزا عبادت کا

یہ صرف حُسن کی فطرت ہے اور کچھ بھی نہیں
جہاں نے نام اسے دے دیا ہے غیبت کا

اگر جہاں کو نجاست سے دور رکھنا ہے
سہارا لینا پڑیگا ہمیں طہارت کا

اُنہوں نے فکر کی پاکیزگی طلب کی ہے
ہماری ذات پہ اتنا تو حق ہے عصمت کا

عمل کی بات کہاں، دل بھی حکم پر دھڑکے
ہے بابِ عشق میں مطلب یہی اطاعت کا

یہی تو حجِ مودت کا رکنِ واجب ہے
طواف کرتے رہو کعبۂ امامت کا

تمہارے قول میں جادو، عمل ہے بے قابو
انہیں پتہ ہے مصدق تمہاری عادت کا

کعبہ جو چمک اٹھتا ہے آثار سمجھ کر
خوش ہوگا تمہیں حیدرؑ کرار سمجھ کر

سجادؑ کے وارث، تیری سب کو ہے ضرورت
آ تھام لے اسلام کو بیمار سمجھ کر

یہ صرف عریضہ کے مضامین ہیں یاور
سنتے ہو جسے مدح کے اشعار سمجھ کر

بے تاب بغیر آپ کے رہتی ہیں بہاریں
پھولوں کو وہ چھوتی ہیں مگر خار سمجھ کر

ٹکرا کے سر اپنا چلے جاتے ہیں اکثر
ڈھانے ہمیں آتے ہیں جو دیوار سمجھ کر

دو لفظ کا شاعر ہوں مگر پھر بھی یہ ظالم
ڈرتے ہیں مجھے میثم تمار سمجھ کر

مانا کہ مصدقؔ کی نہ سیرت ہے نہ اعمال
تھوڑا سا کرم کر دو عزادار سمجھ کر

کب سے تری تلاش ہے جائیں مگر کہاں
اے جانِ مرتضیٰؑ ہے تری رہگزر کہاں

تاروں میں کہکشاں میں ثریا میں چاند میں
جلوے ترے ہیں چاروں طرف تو مگر کہاں

سب کچھ لٹا چکے ہیں ترے انتظار میں
اب اپنے پاس دولتِ خونِ جگر کہاں

ہر اک قدم پہ آج ہیں نظریں بچھی ہوئی
جائیں گے اب بچا کے وہ میری نظر کہاں

اے جبرئیل آج تو معراج ہوگئی
پہنچا مرا عریضہء بے بال و پر کہاں

یادوں کے کچھ چراغ جلائے ہیں راہ میں
کھاتے وگرنہ ٹھوکریں ہم عمر بھر کہاں

احساں ہے آپ دل کے خرابے میں آگئے
قسمت ہماری، آپ کہاں اور یہ گھر کہاں

دیکھو تو وہ ملے گا رگِ جاں سے بھی قریب
نکلے ہو ڈھونڈنے اسے اہلِ نظر کہاں

واعظ یہ تیرا کام نہیں اپنی راہ لے
دینِ خدا ہے عشق، تو آیا ادھر کہاں

ہے یہ تو اعتبار مصدّق وہ آئیں گے
ہائے مگر حیات مری معتبر کہاں

کبھی وہ دل میں سما رہا ہے کبھی تصور میں آ رہا ہے
دراصل رخ پر نقاب رکھ کر مری نظر آزما رہا ہے

وہ اپنی غیبت میں مضطرب ہے میں اس کی فرقت میں مضمحل ہوں
اِدھر میں پردہ ہلا رہا ہوں، اُدھر وہ پردہ ہلا رہا ہے

یہ جو قیامت رکی ہوئی ہے تو دو ہی اسباب طے ہوئے ہیں
میں زخم دل کے چھپا رہا ہوں، وہ اپنا چہرہ چھپا رہا ہے

مجھے بھی اے دو جہاں کے خالق بناتا کاغذ کا ایک ٹکڑا
غریب دیدار ہوں میں اب تک عریضہ خدمت میں جا رہا ہے

وہ راز کھولے گا زندگی کے وہ بھید کھولے گا بندگی ہے
عجیب پردہ نشیں ہے میرا جو سارے پردے اٹھا رہا ہے

زمانے والو ہے اب موقع اِمامِ حق کو قبول کر لو
ہر ایک بے باک حر کی خاطر یہ در ہمیشہ کھلا رہا ہے

نئے زمانے کے بت پرستو کچھ اور دن ہے یہ بت پرستی
وہ ابنِ حیدرؑ ہے بت شکن ہے جبھی تو کعبہ میں آ رہا ہے

تیری ندا میں اثر نہیں ہے تو آج سچ سچ بتا مصدقؔ
بلا رہا ہے تو ان کو لیکن خلوصِ دل سے بلا رہا ہے؟

خدایا میرے ارمانوں کا دریا یہ عریضہ ہے
ترے دریا کی موجوں پر رواں میرا بھی دریا ہے

نہ کیوں ہو رشک آنکھوں کو ہمارے دل کی قسمت پر
اُدھر پردہ ہی پردہ ہے اِدھر جلوہ ہی جلوہ ہے

تمنّا، آرزو، حسرت، نگاہوں میں طلب ان کی
ہمارے قلبِ مضطر کا فقط اتنا فسانہ ہے

بہار آئے، چمن مہکے، کلی چٹخے کہ گل مہکے
وہ آئے ہیں یہ کہہ کر دل ہر اک آہٹ پہ چونکا ہے

چھپائیں رخ کو وہ اپنے، جگر کو آزمائیں ہم
اگر ہے ان کا وہ شیوہ، ہمارا بھی یہ شیوہ ہے

ہمارے دل کا کیا ہوتا نہ ہوتیں گر تری یادیں
دھڑکنا اور تڑپنا اس نے ان یادوں سے سیکھا ہے

غمِ فرقت کے اشکوں کو جلا کر ہم نے اے ہم دم
شبِ نور اپنی راتوں کے ہر اک پل کو بنایا ہے

محمدؐ کے گھرانے میں محمدؐ ہی محمدؐ ہیں
جو اوسط ہے وہ آخر ہے، جو آخر ہے وہ پہلا ہے

بُجھیں گے آگ کے دریا بھی آ کر ان کے قدموں پر
جہاں والو! ابھی تو صرف پانی پر مصلّیٰ ہے

نقابِ رخ تو اٹھنے دو صدا آئے گی خیبر سے
جسے دیکھا تھا پہلے ہو بہو ویسا ہی چہرہ ہے

بلانے پر مصدّق وہ نہ آئیں یہ نہیں ممکن
کہیں سے نامکمل تیری ہی عرضِ تمنّا ہے

کیا نیمۂ شعبان کی پُر کیف فضا ہے
بارانِ امامت ہے رسالت کی گھٹا ہے

کیا حُسن ہے کیا رحمتِ باری کی ادا ہے
ایسے میں مرا ذوقِ ثنا جھوم رہا ہے

برسات کا موسم ہے مگر طور جدا ہے
رم جھم ہے کہیں اور نہ کہیں شورِ ہوا ہے

بجلی کی چمک ہے نہ گرجنے کی صدا ہے
بس صلی علیٰ، صلی علیٰ، صلی علیٰ ہے

قطریں ہیں کہ گرتی ہوئی تاروں کی ردا ہے
اس شب کا مقدر بھی شبِ نور بنا ہے

موسیٰؑ سے کہو جلوہ گہہ طور سجا ہے
لگتا ہے کہ بادل میں کوئی چاند چھپا ہے

عصمت نے کہا اس مہ بے داغ کو دیکھو
مخدومۂ عالم کا یہی ماہ لقا ہے

پھر حلم و فراست نے کہا دیکھ کر اس کو
یہ حُسن تو حُسنِ حسنؑ سبز قبا ہے

اتنے میں شجاعت نے جو چہرے پہ نظر کی
کہنے لگی یہ نورِ شہہؑ کرب و بلا ہے

ماتھے کی شکن سمجھا جو انوارِ جبیں کو
بڑھ کر یہ نصیری نے میرا خدا ہے

سرکارِؐ رسالت سے بھی جا کر کوئی پوچھے
یہ کون ہے جو ابر کے پردے میں چھپا ہے

کہہ دینگے قسم مجھ کو خداوندِ جہاں کی
میں تم بتاتا ہوں کہ یہ کون ہے کیا ہے

یہ شبرؑ و شبیرؑ ہے زہراؑ بھی علیؑ بھی
یہ نور مرا، حُسن مرا، چاند مرا ہے

بس اتنا سمجھ لو کہ پسِ ابر فلک پر
پھر چادرِ تطہیر کا ماحول بنا ہے

تم نے تو سنا ہے کہ مرے رب کی طرف سے
اک معجزۂ شقِ قمر مجھ کو ملا ہے

پھر دیکھ لے آکر مرا اعجاز زمانہ
"پردے میں قمر اور زمانے میں ضیا ہے"

کس قدر مشکل ہے مدح عترت اطہار بھی
ہے یہاں لاچار دونوں، فن بھی اور فنکار بھی

اس قلم کو ہے مگر اس بات کا اقرار بھی
کوئی آئے گا مدد کو غیب سے اس بار بھی

اس لیے پلکوں پہ اشکوں کو سجا لیتے ہیں ہم
خامشی کا لطف بھی ہے برملا اظہار بھی

مسکرا اے میرے قلبِ غمزدہ اب مسکرا
دے دیا خالق نے غم کے ساتھ اک غمخوار بھی

زہد و تقویٰ سے نہ تھی امید جنّت کی مجھے
شکر ہے میخانۂ غیبت کا ہوں میخوار بھی

آئے گا ساقی تو پھر کعبہ بنے گا میکدہ
جھوم اٹھیں گے خانۂ حق کے در و دیوار بھی

ہوگا زم زم میں بھی پھر صہبائے کوثر کا مزا
وجد میں بادہ بھی ہوگا اور بادہ خوار بھی

ابنِ مریمؑ کے مصلی پر بڑی ہوگی شراب
کیا مزا ہے جب ہو ساقی دین کا سردار بھی

سنگِ اسود اس لیے اس کے قصیدہ گائے گا
ساقی میخانہ ہے عابدؑ کا ورثہ دار بھی

خانۂ حق کی وراثت میرے ساقی کو ملی
مست ہوجائیں گے اب دیوانے بھی ہشیار بھی

ہر نصیری کی نظر کا امتحاں ہونے کو ہے
''وارثِ کعبہ ہے جانِ حیدرِ کرار بھی''

اے مصدّق بے زبانی لے کے آئے تھے یہاں
اب درِ مولا پہ تم کہنے لگے اشعار بھی

کچھ ایسی طبیعت میری بے کیف ہوئی ہے
اک کرب کا عالم ہے نہ غم ہے نہ خوشی ہے

پنہاں تجھے سمجھوں تو میں کس طرح سے سمجھوں
جب سارے زمانے پہ تری جلوہ گری ہے

کیوں رخ سے نقاب اپنا اٹھاتے نہیں آخر
کیا عرضِ تمنا میں مِری کوئی کمی ہے

چھپ چھپ کے یونہی دیکھیں گے حالت مری کب تک
انگشت نمائی ہے کہیں تعنہ زنی ہے

جاؤں تو کہاں جاؤں تمہیں چھوڑ کے مولاؑ
اس در سے جو اٹھا تو فقط دربدری ہے

پہلا جو محمدؐ تھا تو آخر بھی محمدؐ
سیرت وہی صورت وہی گفتار وہی ہے

جب نام کا بھی فرق نہیں کہہ دے مصدق
ہر رخ سے یہ تصویرِ رسولِؐ عربی ہے

لبِ خموش سے اظہارِ مدعا کیجئے
یہ رسمِ عشق ہے، چپ چاپ التجا کیجئے

نظر سے اب کوئی شکوہ نہ التجا کیجئے
ذرا سا پردہء دل بس اٹھا لیا کیجئے

زباں کو لہجہء عابدؑ سے آشنا کیجئے
پھر اس کے بعد دعاؤں کی ابتدا کیجئے

عریضہ ڈال کے حق اس کا یوں ادا کیجئے
سب اپنی ذات کے عصیاں بہا دیا کیجئے

عمل کو اپنے مصدّق کہاں پہ لے آئے
اس اپنے حر کو بنِ سعد سے جدا کیجئے

بلا کی جنگ ہے، برپا ہے کربلائے حیات
یزید و شمر کا کچھ تو مقابلہ کیجئے

یقیں کی آخری منزل پہ تھے زہیر سعید
وہ انتہا تھی ذرا آپ ابتدا کیجئے

بہت سنے ہیں مسادات کے فسانے بھی
کتابِ جون کا پہلے مطالعہ کیجئے

جگر سپر نہ بنے پھر یہ دین کیسے بچے
ہے کون آپ میں اکبرؑ یہ فیصلہ کیجئے

فراتِ وقت کی ہر موج دے رہی ہے صدا
وفائے حضرتِ عباسؑ سے وفا کیجئے

ضرور آئے گا دنیا میں وقت کا شبیرؑ
جہادِ حق سے ذرا خود کو آشنا کیجئے

پھر اس کے بعد مصدّق صدا یہ آئے گی
ظہورِ حضرتِ حجت کی اب دعا کیجئے

مسئلہ یہ ہے مرے ذوقِ ثنا کے سامنے
کیسے لب کھولے وہ ممدوحِ خدا کے سامنے

کچھ نہ بن پایا تو آخر جوشِ مدحت نے مرے
طے کئے زانو کتابِ کبریا کے سامنے

عسکریؑ کی گود میں اک چودھویں کا چاند ہے
کیسی لگتی ہے ضیا دیکھو ضیا کے سامنے

بولتے قرآن پر اک بولتا قرآن ہے
اِنَّما نے آنکھ کھولی ہل اتیٰ کے سامنے

ایک تصویر محمدؐ ایک تصویر حسنؑ
مصطفیٰؐ جلوہ نما ہیں مجتبیٰؑ کے سامنے

سوچتا ہوں جب وہ ہونگے مرتضیٰؑ کے سامنے
سر جھکائے گا نصیری کس خدا کے سامنے

میں یہاں بے بس ہوں قلب نارسا کے سامنے
وہ وہاں مجبور خالق کی رضا کے سامنے

لے گا اک دن کربلا کے ہر ستم کا انتقام
سرخرو جائے گا پھر وہ فاطمہؑ کے سامنے

اس لئے سر کو جھکاتا ہوں میں کعبہ کی طرف
جھکتا ہے کعبہ میرے قبلہ نما کے سامنے

اے مصدقؔ ہو مبارک بزمِ مدحت کا عروج
آسماں کیا چیز ہے اس ارتقا کے سامنے

میرے اس دستِ طلب کو وہ سلیقہ چاہیے
میرا مولاؑ خود پکار اٹھے بتا کیا چاہیے

ان کروڑوں قمقموں کی روشنی کا کیا کروں
نور کے خالق! چراغِ قبرِ زہراؑ چاہیے

لوگ پہنچے بابِ جنت پر بڑی امید سے
اور وہاں تختی پہ لکھا تھا وسیلہ چاہیے

اب تو پلکوں کو بھی جھپکاتے نہیں یہ سوچ کر
ان کی آمد کے لیے تیار رہنا چاہیے

یہ ضروری ہے بہت تکمیلِ دریا کے لیے
اک علم تو آچکا ہے اب مصلیٰ چاہیے

لینے والا ہے وہ آکر کربلا کا انتقام
آنسوؤں کے درمیاں اب مسکرانا چاہیے

سر جھکائے کس طرف لاکھوں سروں کی بھیڑ میں
آیئے مولاؑ کہ کعبے کو بھی قبلہ چاہیے

چل ذرا دیکھیں وہ کیا کیا نعمتیں لے آئے گا
ہاں مصدق سورۂ رحمٰن پڑھنا چاہیئے

مرے مولاؑ، مرے دست طلب نے جو بھی مانگا ہو
وہ بے مایہ بھکاری ہے، تو تم بھی ابن زہراؑ ہو

مرے لب پر دعا ہو اور دعا میں سوزِ ندبہ ہو
وہ آئیں گے، اگر مجھ میں بلانے کا سلیقہ ہو

اگر فہرستِ مولاؑ میں کوئی بہلولِ دانا ہو
تو اُس کے نقشِ پا کی خاک میں میرا بھی حصہ ہو

مرے ساقی کا مئے خانہ ہو اور پینا پلانا ہو
کوئی گرتا بھی ہو پی کر تو وہ سجدے میں گرتا ہو

مرے اشکوں کی موجیں ہوں، وہی مرا عریضہ ہو
خدایا مرے ان کے بیچ کا عذ ہو نہ دریا ہو

مرے معبود اب قسمت کے چکر کا مداوا ہو
طوافِ حج ہو، کعبہ ہو، مرے مولاؑ کا جلوہ ہو

وہ آئیں گے، وہ آتے ہیں، وہ بس آنے ہی والے ہیں
وہ دل پھر دل نہیں رہتا جو یہ باتیں سمجھتا ہو

اِن اشکوں کے چراغوں کو کبھی بجھنے نہیں دینا
نہ جانے رات کب بیتے، نہ جانے کب سویرا ہو

تمہارے چاہنے والوں کی یہ حالت ہے دنیا میں
کہ جیسے بے وطن مسلمؑ ہو اور بے رحم کوفہ ہو

ان اپنے بے اثر لفظوں پہ کتنا ناز ہے تم کو
مصدقؔ ان کی خالق بھی ثنا کرتا ہے، تم کیا ہو

مرے پرسے کا وہ حقدار جب جلوہ نما ہو گا
تو پھر جا کر کہیں حقِ عزاداری ادا ہو گا

زمیں نوحہ پڑھے گی آسماں پر مرثیہ ہو گا
لہو ہر آنکھ سے ٹپکے گا وہ ماتم بپا ہوگا

اِدھر مولاؑ کی بزمِ پاک میں شورِ بکا ہو گا
اُدھر بیمار جنت میں دعائیں دے رہا ہو گا

حسینیؑ معرفت ہوگی شعورِ کربلا ہو گا
عزا میں غیر ذمہ داریوں کا خاتمہ ہو گا

فراتِ زیست پر عباسؑ کا پرچم لگا ہو گا
وفا کے لفظ کا ہر ایک کو مطلب پتہ ہو گا

عزا کی بزم کا ماحول جب ایسا بنا ہو گا
تو جو منبر کے کچھ قزاق ہیں پھر ان کا کیا ہو گا

قیاسی شعبدہ بازی نہ ہوگی شہؑ کی مجلس میں
خطیبوں کا بیاں میزانِ عصمت پر تُلا ہوگا

ریاکاری کے بازاروں میں پھر سودے نہیں ہوں گے
زبانوں پر خلوصِ دل کا سکہ چل رہا ہوگا

مگر فکرِ حسینی کا امانت دار وہ ذاکر
اسی کے سینۂ پُر نور پر تمغہ سجا ہوگا

تو اے مولاؑ سبیلیں بھی سجی ہوں چاہِ زم زم پر
تمہارے ہاتھ کے زم زم میں کوثر کا مزا ہوگا

پھر تذکرہ چھڑا ہے مرے پردہ دار کا
مشکل ہے اب سنبھلنا دلِ بے قرار کا

خوشبو ہو اور پتہ نہ چلے گلعزار کا
اے گلستاں، یہی تو مزا ہے بہار کا

یہ فیصلہ ہے گردشِ لیل و نہار کا
آئے گا چارہ ساز غمِ روزگار کا

پانی پہ ہے عریضہ، تو موجوں پہ جانماز
وہ مسئلہ ہے عشق کا، یہ اقتدار کا

ذمہ مرا نہیں ہے جو دریا سُلگ اُٹھے
کہیئے تو حال لکھ دوں دلِ بے قرار کا

ہے جنت البقیع میں تاریکیوں کا دور
پردے میں ہے چراغ کسی کے مزار کا

ہر بات ہے حسین مصدقؑ تری مگر
حکمِ اِمامؑ حُسن ہے مدحت گذار کا

قلم خونِ دل میں جو ڈوبا نہیں ہے
تو پھر یہ عریضہ، عریضہ نہیں ہے

عریضہ لکھیں گے تو کھل کر لکھیں گے
تمہارا ہے پروہ ہمارا نہیں ہے

سفینہ ہے کاغذ کا اور جوجھ دل کا
عریضہ مرا پھر بھی ڈوبا نہیں ہے

وہ رد کیسے کرتے عریضہ کو میرے
یہ اولادِ زہراؑ کا شیوہ نہیں ہے

خدا میرے رہبر کو رکھے سلامت
مجھے اب بھٹکنے کا خطرہ نہیں ہے

یہ چھپنا چھپانا یہ دل میں سمانا
مرے چھپنے والے یہ پردہ نہیں ہے

تیرا حکم چلتا ہے ہر گلستاں پر
بغیر اس کے پتا بھی ہلتا نہیں ہے

اندھیرے کہاں منہ چھپائیں گے جاکر
کہاں تیرا پر نور جلوہ نہیں ہے

قیامت سے مشروط ہے دید ان کی
یہ ہے ایسا سودا جو مہنگا نہیں ہے

تم آؤ گے اس کا بھروسہ ہے مولا
مگر زندگی کا بھروسہ نہیں ہے

یہاں سر نہیں، دل جھکاؤ مصدقؔ
یہ مولا کی چوکھٹ ہے کعبہ نہیں ہے

قیامت کا کچھ ایسا ربط ہے سرکارؑ حجت سے
ہمیں تو اب محبت ہو گئی ہے اِس قیامت سے

یہ دنیائے تصوّر ہے، یہاں پردہ نہیں ہوتا
ابھی فارغ ہوا ہوں اپنے مولاؑ کی زیارت سے

حسینیتؑ کا پانی پر تسلط ہو کے رہتا ہے
یہ ثابت ہو گیا ہے ، سطحِ دریا پر عبادت سے

زمانہ ٹمٹماتے اِن چراغوں کو نہ اپناتا
تجلّی مانگ لیتا کاش خورشیدِ امامت سے

نہیں ہیں منتظِر ہم، اصل میں ہے انتظار اُن کو
وہ دیکھیں گے کہ ہم کب جاگتے ہیں خوابِ غفلت سے

مجھے یہ ڈر ہے جب چہرہ سے وہ پردہ اٹھائیں گے
اُلٹ جائے نہ پردہ خود ہماری ہی حقیقت سے

ہمیں رونا تو آتا ہے، مگر جینا نہیں آتا
وگرنہ حشر اُٹھ سکتا ہے ان اشکوں کی قوّت سے

عقیدت سے لگاؤ عِطر، لیکن حاجیو سن لو
غلافِ کعبہ مہکے گا گلِ نرجس کی نکہت سے

رات ڈھل جائے گی خوش رنگ سویرا ہوگا
پردہ اُٹھ جائے، اُجالا ہی اُجالا ہوگا

یہ تو سچ ہے کہ بہت جلد سویرا ہوگا
شب گزیدو، تمہیں تیار بھی رہنا ہوگا

اِس کو محفل میں سنا دوں تو قصیدہ ہوگا
اور بہا دوں تو یہی میرا عریضہ ہوگا

سطحِ دریا پہ جو شعلہ سا نظر آتا ہے
غور سے دیکھئے، عاشق کا عریضہ ہوگا

زلزلوں میں بھی زمیں اپنی جگہ قائم ہے
اُس نے دامن مرے سرکارؐ کا تھاما ہوگا

ہم کو کوفی نہ سمجھ بیٹھے حسینؑ آخر
جاں نثاری کا یقین اُن کو دلانا ہوگا

اِس کو گر ضد نہ سمجھئے تو میں اک بات کہوں
بس بہت ہو چکا، اب آپ کو آنا ہوگا

گھر تو کہتے ہیں اُسے جو نہ ہو وارث کے بغیر
ہے جو کعبہ تو کوئی وارثِ کعبہ ہوگا

شہر چُھوٹا ہے مصدقؔ تو شکایت کیسی
عشقِ مولاؑ میں اب اتنا تو خسارہ ہوگا

ربط کچھ ایسا قیامت کا ہے سرکارؐ کے ساتھ
اب قیامت کو قیامت بھی کہو پیار کے ساتھ

حُسن کی شان ہے پردہ، یہ نئی بات نہیں
ایسا ہوتا ہے جہاں میں، مگر اغیار کے ساتھ

اس گھرانے میں محمدؐ ہی محمدؐ دیکھے
ہاں ملا تجھیئے کردار کو کردار کے ساتھ

کل نہیں، آج کا رہبر ہے ہمارا رہبر
ہم ہمیشہ سے رہے وقت کی رفتار کے ساتھ

اُن کے آتے ہی نکل جائیں منزل کی طرف
آپ بیٹھے رہیں گرتی ہوئی دیوار کے ساتھ

اپنے ماتھے کو بھی مل جائے گا سجدے کا مقام
ہم نماز اپنی پڑھیں گے کبھی سرکار کے ساتھ

سب پہنچ جائیں گے اعمال کے دفتر لے کر
ہم بھی خدمت میں چلے جائیں گے اشعار کے ساتھ

وہ جو گستاخِ امامت رہے اہل منبر
نار میں ڈالے گئے جبہ و دستار کے ساتھ

بس یہی سوچ کے پلکوں نے جھپکنا چھوڑا
ربط نظروں کا رہے کعبہ کی دیوار کے ساتھ

ہم نے ہر دور میں گلشن کی حفاظت کی ہے
تم تو رہتے ہو کبھی پھول کبھی خار کے ساتھ

تیرے مولاؑ نے تیرے ہاتھ میں رکھا ہے قلم
جنگ کرنا ہے مصدقؔ اِسی تلوار کے ساتھ

سر زیرِ آسماں تو زمیں زیرِ پا نہیں
ہم اُس جگہ ہیں جس کا ہمیں خود پتہ نہیں

دل ہے، تڑپ نہیں ہے، تڑپ ہے دوا نہیں
مل جائے گر دوا تو دوا شفا نہیں

آنکھیں کھلی ہے پھر بھی کوئی دیکھتا نہیں
جلتے ہوئے دیئے ہیں، دیئوں میں ضیا نہیں

حد ہے کہ روشنی میں بھی اپنی ادا نہیں
سورج اُبھر رہا ہے سحر کا پتہ نہیں

کیسے نہ ہو کہ موسمِ عصمت ترے بغیر
گلزارِ زندگی میں بہارِ بقا نہیں

اِس مکۂ حیات میں جس سمت دیکھئے
سارے ابو لہب ہیں کوئی مصطفیٰؐ نہیں

سر جھک رہے ہیں مرحبِ دوراں کے سامنے
کیا کیجئے کہ رن میں کوئی لا فتیٰ نہیں

سارا جہاں ہے رجس و نجاست لئے ہوئے
تطہیر کہہ رہی ہے کوئی فاطمہؑ نہیں

شہروں میں کشت و خون ہے، ملکوں میں جنگ ہے
بے صلح ہے یہ دور مگر مجتبیٰؑ نہیں

للکارتے ہیں شمر و یزید آج بار بار
کیا کربلا میں کوئی شہِؑ کربلا نہیں

پابند حق ہے حضرتِ سجادؑ کی طرح
باطل کو واسطے کوئی زنجیرِ پا نہیں

باقرؑ نہیں تو حُسنِ عروسِ نظر کہاں
دستِ کمال و فکر میں رنگِ حنا نہیں

صادق کا لفظ صرف کتابوں میں بند ہے
سچا وہی ہے آج جو سچ بولتا نہیں

انسانیت ہے قیدیٔ بغداد کی طرح
انساں سسک رہا ہے، گھٹن ہے، ہوا نہیں

اِس مشہدِ وجودِ بشر میں جگہ جگہ
ناراضیء خدا ہے، رضائے خدا نہیں

کوئی جواد ہے، نہ سخی ہے، نہ غم شناس
جود و سخا کا نام ہے، جود و سخا نہیں

منزل کو ایک پل میں بلا لے جو کھینچ کر
اِس کارواں کے پاس وہ ہادی رہا نہیں

جی چاہتا ہے زورِ عدو توڑ دیں مگر
اندازِ عسکریؑ سے کوئی آشنا نہیں

یسے میں اے شعارِ اب و جد کے پاسباں
تیرے سوا جہاں میں کوئی آسرا نہیں

لکھا ہے خونِ دل سے مصدق نے لفظ لفظ
مانا کہ بے عمل ہے مگر بے وفا نہیں

تم کو حیرانی ہے پانی پر مصلیٰ دیکھ کر
ہم تو آئے ہیں فلک پر ان کا قبضہ دیکھ کر

رحم کیوں کھائیں تمہیں در در بھٹکتا دیکھ کر
ہم نہ کہتے تھے، چنو رہبر ہمیشہ دیکھ کر

سنگِ اسود سے، نہ زم زم سے، نہ کعبہ سے دیکھ کر
اُن کی یاد آئی ہمیشہ قبرِ زہراؑ دیکھ کر

جب اندھیرے مقبروں میں وہ جلائیں گے چراغ
تب خوشی ہوگی ہمیں مکّہ مدینہ دیکھ کر

حیثیت کیا ہے مری اور دیکھئے میری طلب
میں تو خود حیران ہوں اپنا عریضہ دیکھ کر

یہ عریضہ ہے امانت دار بھی غم خوار بھی
کیا سمجھ بیٹھے تھے تم کاغذ کا ٹکڑا دیکھ کر

لاؤ نرجس، عسکریؑ کی گود میں دے دو پسر
اِنَّما اِترائی گی کوثر کا سورہ دیکھ کر

صبر اب کتنا کروں اے وارثِ صبرِ حسینؑ
گھیر رکھا ہے سبھی نے مجھ کو تنہا دیکھ کر

علم تو اِس قوم کی سانسوں میں ہونا چاہیے
یہ یقین آیا مجھے نہج البلاغہ دیکھ کر

سر پہ خاکِ بے یقینی، جھوٹ میں لپٹا بدن
رو رہا ہے ابنِ زہراؑ میرا حلیہ دیکھ کر

آنکھ سے زم زم بہائیں دونوں مل کر اے غلاف
وارثِ کعبہ کی یاد آئی ہے کعبہ دیکھ کر

ہاں مصدقؔ شب میں بھی رکھنا ہے سورج کا شعور
ورنہ مرجائیں گی یہ آنکھیں اُجالا دیکھ کر

وہ آ کر سطحِ دریا پر مصلی جب بچھائیں گے
اسی دریا میں سب جھوٹے عقیدے ڈوب جائیں گے

یہ ممکن ہے اسی کو تم بنالو جانماز اپنی
عریضہ میں چھپا کر ہم بھی اپنا دل بچھائیں گے

نگاہِ عشق پردوں میں بھی جا کر دیکھ لیتی ہے
مرے سرکار اپنے آپ کو کب تک چھپائیں گے

عزاداروں کا ان کے آنے سے انداز بدلے گا
غلامانِ علی اصغرؑ ہیں، کھل کر مسکرائیں گے

قیامت ہی اگر ہے شرط تو وعدہ رہا اپنا
تم آ تو آ جاؤ محفل میں قیامت ہم اٹھائیں گے

فقط اک روز ان کی رہ گزر معلوم ہو جائے
ہم اپنا درد دل لے کر وہیں پر بیٹھ جائیں گے

ہمارے لب کی خوشبو سے تو خود ساقی بھی جھومے گا
ترے ہاتھوں سے زم زم پی کے ہم کوثر پہ جائیں گے

یہ دنیا شمعِ عصمت سے نہ جب تک لو لگائے گی
اندھیروں ہی میں بھٹکے گی، گرے گی، لڑکھڑائے گی

زمیں یوں زخم کی شدت سے کب تک تلملائے گی
مشیت، تو ظہورِ حق کا کب مرہم لگائے گی

نئے لات ومنات وعزہ جب ٹوٹیں گے قدموں میں
جدارِ خانۂ کعبہ پھر اک دن مسکرائے گی

مرا مالک بچا کے کیوں نہ رکھتا اک حسینؑ اپنا
وہ واقف تھا یزیدیت پھر اک دن سر اٹھائے گی

نہ گھبراؤ یزید و شمر کی تعداد و کثرت سے
حسینیت بھی زندہ ہے بہت سے حر بنائے گی

قیامت چاہیئے تم کو، چلو وعدہ رہا اپنا
نقاب اپنا الٹ دو تم، قیامت آ ہی جائے گی

عریضہ کو بہت محتاط ہو کر لے چلو موجو
وگر نہ میرے ارمانوں کی دنیا ڈوب جائے گی

زمانے والو یہ ضد چھوڑ دو اور حق کو پہچانو
مصدقؔ کی نصیحت تم کو اک دن کام آئے گی

یہ کیا بہار ہے کیا خاک اس بہار میں ہے
بہار وہ ہے جو نرجس کے لالہ زار میں ہے

یہ کائنات امامت کے اختیار میں ہے
ہمارا پورا عقیدہ اسی حصار میں ہے

ہے اعتبارِ محمدؐ ہے اعتبارِ امامؑ
خدا کا دین اسی لفظِ اعتبار میں ہے

سکوت، حکم کی تعمیل، انتقام کی آگ
یہ سب کا سب مرے مولاؑ کے اختیار میں ہے

ہیں تیری ساری دعائیں قبول اے زہراؑ
تو پھر ظہور بھی تیرے ہی اختیار میں ہے

ہم اہلِ درد فقط منتظر نہیں تیرے
بہت پرانا مسیحا بھی انتظار میں ہے

بتانِ نو کو ابھی پاش پاش کردے مگر
زمانہ وارثِ کعبہ کے انتظار میں ہے

تجھے ملا ہے مصدقؔ درِ امامِؑ زماں
تو اب یہ خلد یہ فردوس کس شمار میں

زباں لرزاں ہو، لہجہ خشک ہو، لفظوں کی قلت ہو
بتا ذوقِ ثنا، سرکارؑ کی پھر کیسے مدحت ہو

خدایا وقت کے شبیرؑ کی اُس دن زیارت ہو
کہ جب میرے دلِ مردہ میں حر بننے کی طاقت ہو

میں قنبر تو نہیں مولاؑ، کہ سورج میری قسمت ہو
فقط صبحِ یقیں کی اک کرن مجھ کو عنایت ہو

میں تم تک آ تو جاؤں، بابِ شہرِ علم کے وارث
مگر کیسے ہو جب پیروں میں زنجیرِ جہالت ہو

خطا کر کر کے بھی میں اِس لئے خط تم کو لکھتا ہوں
عریضہ ہی سے شاید مجھ میں احساسِ ندامت ہو

مری ساری دعائیں مل کے بھی قطرہ نہیں مولاؑ
تو پھر یہ دیر کیسی، تم تو دریائے سخاوت ہو

کبھی یہ سوچنا اے دل، دعائیں بے اثر کیوں ہیں
اگر تجھ کو دعا کی رسم ادا کرنے سے فرصت ہو

امامِؑ حق کی نصرت میں فقط بازو نہیں چلتے
شعور و فکر میں بھی جان ہو، قوت ہو، طاقت ہو

مصدقؔ تم تو سیلابِ فنا میں کب کے بہہ جاتے
دعائے فاطمہؑ سنتے ہو؟ تم اِس کی بدولت ہو

مناقب

شہنشاہِ وفا

حضرت عباسؑ ابنِ علیؑ

فہم دارداک کو محصور بھی کرسکتی ہے
دیکھتے دیکھتے ہر حد سے گزر سکتی ہے
فکر عباسؑ کے پہرے کو نہ ہٹنے دینا
شام کی فوج ہے ذہنوں میں اُتر سکتی ہے

اے علمدارِ وفا آپ ہیں حیدرؑ کی طرح
مجھ کو قدموں میں جگہ دیجئے قنبر کی طرح

دستِ عباسؑ سے پانی بھی اگر مل جائے
بخدا ذائقہ اس کا بھی ہو کوثر کی طرح

ہاشمی چاند تیرا عکس جو پانی پہ پڑا
قطرے پرنور ہوئے حر کے مقدر کی طرح

رینگتی نہر تھی اور سامنے حیدرؑ کا پسر
دل میں کہتا تھا اسے چیر دوں اژدر کی طرح

کتنی آسان نشانی ہے درِ جنت کی
اس پہ عباسؑ کا پرچم ہے میرے گھر کی طرح

جس کو کہتے ہیں قیامت وہ ہے قدرت کا مزاج
وہ بپھر جائے گا عباسؑ کے تیور کی طرح

ساری دنیا میں نہیں ہے کوئی تصویرِ بہار
روضہء حضرتِ عباسؑ کے منظر کی طرح

مختلف زاویے دیکھے تو قلم بول اٹھا
ایک عباسؑ دلاور ہے بہتر کی طرح

اے مصدقؔ دلِ باطل سے لہو رستا ہے
لفظِ عباسؑ اتر آیا ہے خنجر کی طرح

اے مرے جوشِ ولا مت پوچھ کیا عباسؑ ہیں
پوری تصویرِ علیؑ ء مرتضیٰؑ عباسؑ ہیں

ذاتِ واحد میں فضائل اتنے آ سکتے نہیں
سچ تو یہ ہے معجزہ ہی معجزہ عباسؑ ہیں

با وفا تو ہیں مگر میں با وفا کیسے کہوں
''با'' ہٹا کر دیکھیئے، پوری وفا عباسؑ ہیں

جو حسینؑ ابنِ علیؑ ہیں آسرا سب کے لئے
اُس حسینؑ ابنِ علیؑ کا آسرا عباسؑ ہیں

خیرِ کرب و بلا اِن کے لئے کچھ بھی نہیں
لا فتیٰ الاّ علیؑ کا آئینہ عباسؑ ہیں

جب بھی مانگا ہے تو مانگا ہے اسی دربار سے
جانتا ہوں، عزتِ دستِ دعا عباسؑ ہیں

جب مصدّق مانگنے میں انتہا سے بڑھ گیا
تب کھُلا اُس پر کرم کی انتہا عباسؑ ہیں

ہاتھ پھیلاتا ہوں میں کب بے نوا کے سامنے
روضۂ عباسؑ ہے دستِ دعا کے سامنے

کیوں کہوں عباسؑ ہیں شیرِ خدا کے سامنے
مرتضیٰؑ جلوہ نما ہیں مصطفیٰؐ کے سامنے

عین سے عباسؑ ہے اور عین سے نامِ علیؑ
عینِ حیدرؑ دیکھیئے عینِ خدا کے سامنے

چشمِ حیدر ڈھونڈتی تھی جب مددگارِ حسینؑ
شیرِ حیدرؑ آگیا شیرِ خدا کے سامنے

آبِ زم زم، آب و تابِ کربلا کو دیکھ کر
پانی پانی ہوگیا خاکِ شفا کے سامنے

کچھ سماتا ہی نہیں دل میں بجز نامِ حسینؑ
بے وفا دنیا کھڑی ہے با وفا کے سامنے

کیوں بھٹکتا ہے تو واعظ آ پتا دیتا ہوں میں
کوچۂ جنت ہے بلکل کربلا کے سامنے

اے مصدقؔ پرچمِ عباس کو تھامے ہوئے
ہم چراغ اکثر جلاتے ہیں ہوا کے سامنے

☆☆☆

قدم قدم پہ وہ بابا کا نام لیتا ہے
جلال حیدرؑ صفدر سے کام لیتا ہے
کمال دیکھیئے مشکل کشاؑ کے بیٹے کا
بغیر ہاتھ کے گرتوں کو تھام لیتا ہے

اِتنی بھر جائے ان آنکھوں میں ضیائے عباسؑ
مجھ کو کوئی نہ نظر آئے سوائے عباسؑ

یوں کرو نامِ سکینہ ذرا لے کر دیکھو
غیر ممکن ہے بلانے پہ نہ آئے عباسؑ

میں نے اُس حُسنِ شباہت پہ بہت غور کیا
سوچتا ہوں کہ علیؑ لکھ دوں بجائے عباسؑ

کربلا ایک ہی مصرع میں سنا سکتا ہوں
عزمِ زینبؑ، دلِ شبیرؑ، وفائے عباسؑ

میرے الفاظ میں کیوں ہو نہ روانی کا کمال
میں نے دریاوں سے سیکھی ہے ثنائے عباسؑ

آخری سانس جو توبہ کے لیے ہوتی ہے
میں نے وہ سانس بھی رکھ دی ہے برائے عباسؑ

میرے الفاظ بھلا خلد میں مقبول نہ ہوں
اِتنی کمزور نہیں ہوتی عطائے عباسؑ

ذات کو چھوڑ کے رکھ مرضی مولا پہ نظر
ہاں مصدق یہی ہوتی ہے ولائے عباسؑ

جیسے ہی میں نے حیدرؑ کرار لکھ دیا
خالق نے ساتھ نامِ علمدارؑ لکھ دیا

واعظ نے خود کو خلد کا حقدار لکھ دیا
سر پر علم نہیں ہے تو بے کار لکھ دیا

عباسؑ کے جو نام تک آیا مرا قلم
اک بار لکھتے لکھتے کئی بار لکھ دیا

بے حُبِّ اہلِ بیت نمازی کے لفظ کو
معبود نے مٹا کے گنہ گار لکھ دیا

گھٹی مجھے پلائی تو گھٹی کے شہد سے
ماں نے زباں پہ میثم ِتمار لکھ دیا

پوچھا جو میں نے کیسی گزاروں گا زندگی
قسمت نے میرے سر پہ عزادار لکھ دیا

لہجہ ہے اتنا تیز مصدقؔ کلام کا
سب نے قلم کی نوک کو تلوار لکھ دیا

کیسے کہوں میں کیا ہے علمدارِ کربلا
واللہ معجزہ ہے علمدارِ کربلا

ہے فاطمہؑ کا چاند حسینؑ فلک مقام
اُس چاند کی ضیاء ہے علمدارِ کربلا

معصوم اِس کے بھائی ہیں، معصوم ہے پدر
عصمت سے کب جُدا ہے علمدارِ کربلا

زینبؑ ہوں یا حسینؑ ہوں یا شہؑ کے جاں نثار
ہر اک کا آسرا ہے علمدارِ کربلا

چارہ گروں سے اپنا کوئی واسطہ نہیں
ہر درد کی دوا ہے علمدارِ کربلا

محشر تلک وفا کی مچلتی فرآت کو
قبضہ میں لے چکا ہے علمدارِ کربلا

خوشبو نہ گلستاں نہ صبا چاہیئے مجھ کو
عباسؑ کے پرچم کی ہوا چاہیئے مجھ کو

کہلاتا ہوں عباسؑ کے در کا میں بھکاری
کیا اس کے سوا اور بھلا چاہیئے مجھ کو

گر جرم ہے عباسِؑ دلاور کی محبت
اس جرمِ محبت کی سزا چاہیئے مجھ کو

کوثر پہ بھی شائد مرا احساس یہ کہہ دے
سقائے حسینؑ کی عطا چاہیئے مجھ کو

رضوان سے کہہ دو مجھے سستا نہ خریدے
فردوس نہیں کرب و بلا چاہیئے مجھ کو

اے میرے تخیل میری پرواز بڑھا دے
تصویرِ شہنشاہِ وفا چاہیئے مجھ کو

تھک ہار کے اک روز پکارے گا یہ انساں
عباسؑ کے کوچے کا پتہ چاہیئے مجھ کو

شاید مری آنکھوں میں اتر جائے وہ آ کر
دریا کے طلاطم کی ادا چاہیئے مجھ کو

پوچھی جو مصدقؔ سے ثنا خوانی کی قیمت
بولا کہ سکینہؑ کی دعا چاہیئے مجھ کو

☆☆☆

عزم زینبؑ سے سکینہؑ کی دعا سے سیکھی ہے
علیؑ اصغر سے تبسم کی ادا سے سیکھی ہے
کربلا سے نہ ہٹیں ہیں نہ ہٹیں گے ہم لوگ
ہم نے عباسِؑ دلاور سے وفا سیکھی ہے

لب پہ ایسے جری کی مدحت ہے
اے وفا آ تری ضرورت ہے

مل کے عباسؑ کی ثنا کیجئے
یہ سکینہ کے دل کی راحت ہے

آپ معصوم اسے کہیں نہ کہیں
یہ تو خود ماہتابِ عصمت ہے

تم وفادار کو نہ سمجھو گے
بے وفائی تمہاری فطرت ہے

میں جو مانگوں وہ کیوں عطا نہ کریں
بھیک دینا تو ان عادت ہے

مجھ سے بڑھ کر امیر کوئی نہیں
عشقِ عباسؑ میری دولت ہے

اس کے اطراف اور کچھ بھی نہیں
یا نبوت ہے یا امامت ہے

اے مصدقؔ یہ شاعری یہ سخن
تم پہ عباسؑ کی عنایت ہے

مدحِ عباسؑ ہے دشوار، بہت ہی دشوار
میرے لہجے کو سکینہؑ کی دعا ہے درکار

فخر سے پنجتنِؑ پاک بھی جس کو دیکھیں
اُس کو انوارِ کساء میں نہ کروں کیوں میں شمار

اپنے پنجے میں جو پانی کو جکڑ سکتا ہے
سطحِ دریا پہ لکھا اُس نے وفا کا میعار

درد اُٹھتا ہے تو اس کا ہے فقط ایک علاج
تو بھی میری طرح عباسِؑ دلاور کو پکار

چھوٹے سرکار کی موجوں سے شناسائی ہے
صرف عباسؑ کہا اور ہوا بیڑا پار

منکروں کو بھی علَم صاف نظر آئے گا
چھٹنے والا ہے بہت جلد یہ فتوؤں کا غبار

ایک جیسے ہیں لقب باپ کے اور بیٹے کے
شیر، جرّار، علمدار، دلاور، کرّار

میں غزل گو تھا مگر پہلی ثنا جب لکھی
شعر گوئی کا مجھے لطف ملا پہلی بار

کیوں نہ کرّار کے ہونٹوں کی دعا ہو مقبول
کیوں نہ ہو حیدرِؑ کرّار کا بیٹا کرّار

ہاں مصدّق تو وفا شاہِؑ وفا سے کرنا
ورنہ یہ شعر، یہ محفل، یہ سخن، سب بیکار

☆☆☆

ہر دور میں وفا ہی کا پرچم اٹھایئے
آقاؑ کے ایک اشارہ پہ قربان جایئے
کہنا ہے سب سے جذبۂ عباسِؑ با وفا
اپنے عمل سے خود کو حسینی بنایئے

وفا و عزم و شجاعت کی انتہا عباسؑ
ہے جس کا نام علیؑ، اُس کا مدعا عباسؑ

حسینیت سے وفا کی دعائیں دے کے مجھے
مری جبیں پہ مری ماں نے لکھ دیا عباسؑ

اب اِس سے بڑھ کے فضیلت میں اور کیا لکھوں
حسینؑ ابنِ علیؑ کا ہے معجزہ عباسؑ

میں ایک روز جو کاغذ پہ لکھ رہا تھا وفا
کسی نے موڑا قلم، اور بن گیا عباسؑ

وفا میں، صبر میں، غیرت میں، استقامت میں
ہے ہر لحاظ سے فرزندِ فاطمہؑ عباسؑ

مری طلب بھی بہت تھی، کرم بھی اُن کا بہت
میں مانگتا رہا، کرتے رہے عطا عباسؑ

یہ کربلا کے اُجالے اِنہیں کے دم سے ہیں
اگر حسینؑ ہے سورج، تو ہیں ضیا عباسؑ

ترے یہ لفظ مصدق فلک سے اُترے ہیں
کہا تھا تو نے فقط ایک بار، یا عباسؑ

وہ نام جو خورشیدِ ضیا بارِ وفا ہے
وہ نامِ علمدارؑ ہی میعار وفا ہے

صحرا نہ کہو کرب کی اُس پیاسی زمیں کو
وہ پیاسی زمیں اصل میں گلزارِ وفا ہے

وہ آہنی دیوار کا ایک خیبرِ شاہی
اِس سمت مگر حیدرؑ کرار وفا ہے

ہر شخص وفادار سے نسبت نہیں رکھتا
ویسے تو ہر اک شخص طلب گارِ وفا ہے

چاندی کے نہیں، خون کے سکے ہی چلیں گے
اے دستِ خریدار، یہ بازارِ وفا ہے

عباسؑ کا پرچم جو اٹھاتے ہیں مصدقؔ
اپنا یہ وفادار سے اظہارِ وفا ہے

مناقب

ثانیِ زہرا

حضرت زینبؑ بنتِ علیؑ

عزم کے آخری امکان کا مطلب زینبؑ
صبرو ایثار و شجاعت کا مرکب زینبؑ
اب بھی جاری ہے زمانے میں جہادِ شبیرؑ
اب بھی شبیرؑ کی آواز ہے زینبؑ زینبؑ

ایسا بھی وقت آئے قلم کی حیات میں
کوثر کوئی اُنڈیل دے میری دوات میں

خیر النساءؑ حسینؑ و حسنؑ مصطفیؐ علیؑ
پوری کساء سمائی ہے زینبؑ کی ذات میں

زینبؑ ہر ایک رخ سے ہے عباسؑ کی طرح
دونوں کے قلب و جاں ہے وفا کی فرات میں

دنیا کے ہر غنی سے یہ آگے نکل گئی
اُس نے دیئے ہیں عونؑ و محمدؑ زکاۃ میں

زینبؑ کی ہر کنیز کی چادر گواہ ہے
زینبؑ ہے اب بھی شمرِ ستمگر کی گھات میں

اُس نے دکھایا شامِ غریباں کا معجزہ
سورج اُگا گئی ہے وہ تاریک رات میں

عصمت کے مرتبے کی قسم، سیّدہؑ کے بعد
زینبؑ کے جیسا کوئی نہیں کائنات میں

عباسؑ کی بہن ہے مصدقؑ کا آسرا
محشر سے مت ڈراؤ اُسے بات بات میں

☆☆☆

ناشرِ حق ہے بالیقیں زینبؑ
اپنے بھائی کی ہے امیں زینبؑ
ایسی اُمّت بھی کوئی اُمّت ہے
جس کی تاریخ میں نہیں زینبؑ

نیا شعور نیا انقلاب ہے زینبؑ
یزیدیت کا مدلّل جواب ہے زینبؑ

ہے اس کے خون میں عباسِؑ نامور کا جلال
ستمگروں پہ خدا کا عذاب ہے زینبؑ

بہن حسینؑ کی آغوشِ فاطمہؑ میں پلی
ہر ایک سمت سے عصمت مآب ہے زینبؑ

ہر ایک حرف شجاعت، ہر ایک لفظ وفا
حسینیت کی مکمل کتاب ہے زینبؑ

نثار کردیا اکبرؑ سا نوجواں اس نے
خلوص و صبر و رضا کا شباب ہے زینبؑ

قدم قدم پہ مجالس جگہ جگہ ماتم
یزید ہار گیا فتح یاب ہے زینب

مقابلہ نہ کرے اس کا شام کی ظلمت
کوئی چراغ نہیں آفتاب ہے زینبؑ

یہ بات سچ ہے مصدّق ہے بے عمل یارو
مگر شفیعۂ روزِ حساب ہے زینبؑ

وفا و درد کی سرکار زینبؑ
ہے اک معجز نما کردار زینبؑ

حسینی فکر کا اظہار زینبؑ
یزیدی سوچ سے اِنکار زینبؑ

کبھی ماں اور پھپھی کا پیار زینبؑ
کبھی اٹھی ہوئی تلوار زینبؑ

نہیں ہے بے کس و لاچار زینبؑ
ہے بنتِ حیدرؑ کرار زینبؑ

ہے بھائی کے لیے گلزار زینبؑ
ستمگاروں کے دل کا خار زینبؑ

چلی ہے یوں سرِ دربار زینبؑ
کہ جیسے ہو علیؑ کا وار زینبؑ

قلم نے جب کبھی تطہیر لکھا
کسی نے لکھ دیا ہر بار زینبؑ

یہ بعد از کربلا کا مرحلہ ہے
ہے عباسؑ جری اِس بار زینبؑ

بدن سب زخم کھا کر سو چکے تھے
اُسی شب میں رہی بیدار زینبؑ

یزید و شمر سب کچھ روند دیتے
مگر پھر بن گئی دیوار زینبؑ

یہ ماتم حشر تک ہوتا رہے گا
قیامت تک ہے ذمہ دار زینبؑ

عزادارو ہمیشہ یاد رکھنا
عزاداری کا ہے میعار زینبؑ

مصدقؔ کیسی موجیں کیسا طوفاں
کریں گی ترا بیڑا پار زینبؑ

عیدِ غدیر

آیا ہے کائنات کا مولاؑ غدیر میں
اے کاش میں سناؤں قصیدہ غدیر میں

دل میں علیؑ، نظر میں علیؑ ، سانس میں علیؑ
ایسا اگر نہ ہو تو نہ آنا غدیر میں

تجھ کو بتا، فریبِ زمانہ نے کیا دیا
اے شیخ ضد کو چھوڑ کے آجا غدیر میں

قرآن ہے، نبیؐ ہے، نبیؐ کا وصیؑ بھی ہے
دینِ خدا ہے سارے کا سارا غدیر میں

ایمان اور نفاق میں اب فرق جان لو
ایسا بنا ہے آئنہ خانہ غدیر میں

یوں ہی نہیں پکارتے ہم لوگ یاعلیؑ
گونجا تھا ہر طرف سے یہ نعرہ غدیر میں

ایسے وابستہ رسالت سے امامت ہوگئی
دونوں رشتوں کی وضاحت تا قیامت ہوگئی

اب تو پڑھ لو اے مسلمانو ولایت کی نماز
ذوالعشیرہ میں اذاں، خم میں اقامت ہوگئی

جامِ من کنتُ میں آئی ہے ولایت کی شراب
خادمانِ ساقیء کوثر کی دعوت ہوگئی

یہ وہ صحرا ہے جہاں ذرے ستارے بن گئے
دین کی قسمت بھی گویا حر کی قسمت ہوگئی

خلد کی ٹھنڈی ہواؤں کا مچلنا دیکھئے
خم کی جلتی دھوپ سے ان کو محبت ہوگئی

فکر نے قران کی پڑھ لی ہے تفسیرِ غدیر
حشر تک سارے سوالوں کی وضاحت ہوگئی

اے مصدقؔ تیرے مولاؑ کی ہے شہرت عرش پر
تُو نے کی ان کی ثنا، تیری بھی شہرت ہوگئی

چل اے میرے خیال کی وسعت غدیر میں
باتیں کریں غدیر کی بابت غدیر میں

چھلکا ہوا ہے جامِ ولایت غدیر میں
پینے کی مل گئی ہے اجازت غدیر میں

درکار ہے شراب نہ شربت غدیر میں
ساقی کی چاہتے ہیں زیارت غدیر میں

دیوانے آگئے ہیں سبھی، پھر بھی اے جنوں
بہلول کی ہے آج ضرورت غدیر میں

دنیا کی فکر ہے نہ غمِ روزگار کی
اس کی کہاں کسی کو ہے فرصت غدیر میں

حبِ علیؑ کی مئے کو مصلی پہ سب پئیں
ایسے کریں خدا کی عبادت غدیر میں

بالکل ہو جیسے حر کا دمکتا ہوا نصیب
چمکی ہے ایسے دین کی قسمت غدیر میں

تکمیلِ مدحِ حیدرِؑ صفدر بھی بن گئی
تکمیلِ دینِ حق کی وہ آیت غدیر میں

کہتا ہے بار بار مصدقؔ جو یا علیؑ
دراصل پڑ گئی ہے یہ عادت غدیر میں

شکرِ خدا ہے اپنی رگوں میں جو شیر ہے
اس میں غدیر نام کا اعلیٰ خمیر ہے

وللہ وہ امیرؑ بھی ایسا امیرؑ ہے
ہم آپ کیا، یہ دین بھی اُس کا فقیر ہے

ہاں ہم علیؑ کے عشق میں کرتے ہیں انتہا
اس انتہا کا نام یہی زندہ ضمیر ہے

اس ساری کائنات میں جس سمت دیکھیئے
چھائی ہوئی مسرتِ عیدِ غدیر ہے

آزادیٔ شعور کی رفعت تری قسم
آزاد ہے وہی جو علیؑ کا اسیر ہے

میدانِ خم کا روز ہی رہتا ہے تذکرہ
اپنے لئے تو روز ہی عیدِ غدیر ہے

اُس سمت ہے نفاق تو ایمان اِس طرف
اور بیچ میں غدیر کی واضح لکیر ہے

مولاؑ کا لطف ہے یہ مصدقؔ خدا گواہ
ورنہ کوئی انیسؔ نہ کوئی دبیرؔ ہے

عیدِ مباہلہ

خدا کے سامنے سب لوگ بس دستِ دعا لائے
لبوں پر ہم مگر صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ لائے

ہر اک انساں وہ منظر پھر تصور میں ذرا لائے
کہ جبریلِ امیں جب آیتِ ابنا انا لائے

نہ سامانِ وغا لائے، نہ شمشیرِ جفا لائے
خدا کے شاہکاروں کو محمدؐ مصطفیٰ لائے

مسیحی خاک سمجھیں گے نبیؐ کی حکمتِ عالی
وہ مشکل لے کے آئے تھے، نبیؐ مشکل کشا لائے

نساء کے لفظ میں یوں ہی کوئی شامل نہیں ہوتا
جسے دعوہ ہو پہلے سیرتِ خیر النساء لائے

عزیزو، چار قرآں دیکھئے رحلِ نبوت میں
دلیلِ حق کی خاطر مصطفیٰؐ چاروں اُٹھا لائے

مصدقؔ قبر میں بس اِس قدر پوچھا فرشتوں نے
کفن تو لے کے آئے ہو، کہو خاکِ شفا لائے

معرکہ جو سر نہ ہو پاتا کسی ہتھیار سے
ہوگیا وہ عترتِ اطہار کے انوار سے

کیا مزا ملتا ہے ذکرِ حیدرؑ کرار سے
پوچھ لے جا کر کوئی یہ میثمِ تمار سے

ایک بیٹی، دو نواسے، ایک بھائی، ایک خود
کم نہیں ہیں یہ کسی بھی لشکرِ جرار سے

آیتِ ابنا انا اُتری ہے یا پھر یوں کہوں
اب نہ آنا کہہ دیا اللہ نے کفار سے

سوچ لو میدان میں آنے سے پہلے کافرو
سر کو ٹکراتے ہو کیوں اِس آہنی دیوار سے

شوق ہے تم کو تو جاؤ تم بھی لیکن یہ کہو
ہے کوئی رشتہ تمہارا احمدِؐ مختار سے

باغبانوں سے محبت کی ہے میں نے دوستو
اب کوئی مشکل نہیں دامن بچانا خار سے

اے مصدّق دعویٔ الفت فقط کافی نہیں
عاشقِ آل نبیؐ بن سیرت کردار سے

مری آنکھوں میں وہ تصویر پھر اک بار آئی ہے
سرِ میداں اندھیروں کی اجالوں سے لڑائی ہے

خدا کے دین کی توقیر پھر مشکل میں آئی ہے
نبیؐ کے ساتھ لیکن پیکرِ مشکل کشائی ہے

زمیں پھر آج مثلِ طور یارو جگمگائی ہے
سرِ میدان وجہ اللہ کی یہ رونمائی ہے

پکاریں ظلمتیں ہائے دہائی ہے دہائی ہے
ستاروں سے شبِ تاریک نے یوں مات کھائی ہے

پسِ میداں مگر افسردگی ہر سمت چھائی ہے
وہاں ابنا انا کی تیغ سینوں میں در آئی ہے

ہر اک عورت نساء کا لفظ سن کر تلملائی ہے
مگر یہ بھی فضیلت صرف زہراؑ ہی نے پائی ہے

حفاظت کرنے والے نے حفاظت کی ہے ہر لمحہ
فضیلت آل کی گرچہ بہت تم نے گھٹائی ہے

پلے تھے جس طرح فرعون کے گھر میں کلیم اللہ
خدا نے اس طرح تاریخ میں مدحت چھپائی ہے

مصدّق کیا جچے گا اب کوئی اس کعبۂ دل میں
نگاہِ شوق جب تصویر ان کی کھینچ لائی ہے

شیخ آخر تجھے ہوا کیا ہے
تجھ کو معلوم ہے خدا کیا ہے

اوجِ اولادِ مصطفیٰؐ کیا ہے
رفعتِ علمِ مرتضیٰؑ کیا ہے

عصمت و شانِ فاطمہؑ کیا ہے
طاعت و حلمِ مجتبیٰؑ کیا ہے

جراتِ شاہِ کربلا کیا ہے
وجہ تنزیلِ انّما کیا ہے

یہ کہ میدان میں ہوا کیا ہے
ابتدا کیا ہے انتہا کیا ہے

سب خبر ہے تجھے مگر پھر بھی
پوچھتا ہے مباہلہ کیا ہے

جان کر بھی بنا ہے تو انجان
تجھ کو رہ رہ کے سوجتا کیا ہے

جہل کا تو علاج ہے لیکن
آخر اس درد کی دوا کی ہے

جشنِ فتحِ خیبر

شیخ تجھ کو زر طلب مجھ کو ابوذرؓ چاہیے
تجھ کو قطرہ چاہیے مجھ کو سمندر چاہیے

بندۂ خاکی ہے تو اور میں غلامِ بوترابؑ
خاک سے اٹھ جا اگر میرا مقدر چاہیے

ہو مبارک تجھ کو تیرے سارے میرِ کارواں
شیخ مجھ کو صرف نقشِ پائے قنبر چاہیے

عصمت و تطہیر کافی ہے ہدایت کے لیے
جو ہر اک رخ سے محمدؐ ہو وہ رہبر چاہیے

کچھ نہیں ہوتا بغیر قوتِ شیرِ خدا
کون کہتا ہے فقط تیغِ دو پیکر چاہیے

ہو مبارک جشنِ فتح خیبری ہے، عید ہے
نعرۂ حیدر بھی یارو خوب جم کر چاہیے

مناقب

معصومہ قم

حضرت فاطمہؑ بنتِ موسیٰؑ

صبر و ایثار کی تصویر دکھائی ہے مجھے
جرأت و عزم کی ہر بات بتائی ہے مجھے
بھائی کی ایسی محبت ہے بہن کے دل میں
قم کی شہزادی میں زینبؑ نظر آئی ہے مجھے

شاعری میں مدحِ زینبؑ کا جہاں عرفان ہے
ذکر قم کی شاہزادی کا وہاں آسان ہے

شہرِ قم چھوٹا ہے لیکن ایسی اُس کی شان ہے
اس کا ہر کوچہ مکمل کشورِ ایران ہے

سانس لیتے ہیں اسی کی خاک میں زندہ علوم
اس لئے اس کی فضا میں زندگی ہے، جان ہے

آج پیاسے ہی سہی یہ تشنہ کامِ معرفت
قم بہت نزدیک ہے اس کا تو اطمینان ہے

ٹھوکریں لفظوں کے صحرا میں نہیں کھاتے کبھی
اپنا میعارِ ثنا قرآن تھا، قرآن ہے

سیرتِ حیدرؑ سے ہٹنے کا نتیجہ دیکھیئے
اب سیاست کا نہیں، افکار کا بحران ہے

ہاں مصدّق کربلا اک دائمی تحریک ہے
سچ کہوں، تجھ میں اسی تحریک کا فقدان ہے

مسدّس

اتحاد بین المسلمین

کتنی گندی ہے تعصب کی سیاست دوستو
کتنی ہے ناپاک آپس کی عداوت دوستو
لگ گئی ہے اپنے دامن پر نجاست دوستو
کیجیے بہر خدا فکرِ طہارت دوستو

اس وطن کے نام کا ادراک ہونا چاہیے
ملک پاکستان ہے تو پاک ہونا چاہیے

بیٹھ کر آپس میں کیوں بے کار کی باتیں کریں
بحث میں الجھے رہیں تکرار کی باتیں کریں
اس سے بہتر ہے کہ ہم معیار کی باتیں کریں
آؤ مل کر احمدِ مختار کی باتیں کریں

وہ کہ جس کے ہر عمل میں کبریا کی شان ہے
وہ کہ جس کی ہر ادا ایک بولتا قران ہے

وہ محمدؐ جس نے قائم کی اخوت کی مثال
ایک جس نے کردیا سب کو بنامِ ذوالجلال
مل گئے آپس میں گلزارِ رسالت کے نہال
چاہے ہو فارس کا سلمانؓ یا حبش والا بلالؓ

رنگ و نسل و خون سے سب کو وہاں انکار تھا
محفلِ سرکار میں تقویٰ فقط معیار تھا

وہ بھی کیا منظر تھا جب کوئی نہ تھے شکوئے گلے
سینہ چاکانِ چمن جب سینہ چاکوں سے ملے
قریہ قریہ کوچہ کوچہ پھول الفت کے کھلے
کاش ہم بھی جذب کرتے پیار کے یہ سلسلے

سارے جھگڑوں کو مرے سرکار نے سلجھا دیا
ہم نے ان سلجھے ہوئے جھگڑوں کو پھر اُلجھا دیا

قصۂ پارینہ ہے خوشنودیٔ حق کا حصول
بھول بیٹھا ہے مسلماں سارے احکامِ رسولؐ
کافروں کے ساتھ بھی نرمی ہے جس کا اک اصول
ہم تو اپنوں پر ستم کرنا بھی کرتے ہیں قبول

بھائی کے سینے پہ نیزہ تاننے والے ہیں ہم
پھر بھی دعویٰ ہے نبیؐ کے ماننے والے ہیں ہم

بات تو آسان ہے لیکن عمل دشوار ہے
یہ وہی کرسکتا ہے جس کو نبیؐ سے پیار ہے
جس کے آگے زیست کا ہر فلسفہ بے کار ہے
اپنی عظمت صرف عشقِ احمدِؐ مختار ہے

عشق احمدؐ کا سبق ہے ہر تعصب سے جہاد
اس کا نعرہ اتحاد و اتحاد و اتحاد

قرآن

نوعِ انسانی پہ لطفِ کبریا قران ہے
اپنے بندوں کے لیے حق کی عطا قران ہے
اس سے انداہ کرے دنیا کہ کیا قران ہے
احمدؐ مرسل کا زندہ معجزہ قران ہے

ہر نگاہِ ہوش نے بے عیب پایا ہے اسے
عقل نے والناس تک لاریب پایا ہے اسے

اس کے جلوے بے شمار اس کے کرشمے بے حساب
اس کے ہر نقطے میں پوشیدہ ہزاروں انقلاب
آج بھی ہے اس کا دنیا کے ادیبوں سے خطاب
کون ہے جو لائے اس کی ایک آیت کا جواب

اس کی عظمت کے لیے عصمت کی سرحد چاہیے
اس کو پانے کے لیے قلبِ محمدؐ چاہیے

اس کی تحریروں میں مل جاتا ہے منزل کا پتہ
اس کے معنی دیتے ہیں ضعفِ سفر کو حوصلہ
اس کی تفسیریں عیاں کرتی ہیں عکسِ رہنما
اس کی ہر آیت بتاتی ہے کہاں ہے راستہ

امتیازِ حق و باطل کی خبر دیتا ہے یہ
قافلوں کو رہزوں کی بھی خبر دیتا ہے یہ

ہاں یہ وہ قران ہے جس کو وفا والیں پڑھیں
اس کو مسجد کے مصلوں پر خدا والے پڑھیں
کارزارِ حق و باطل میں وغا والے پڑھیں
ہاں شبِ عاشور جس کو کربلا والے پڑھیں

خاک سمجھے گا جہاں شبیرؑ کا جو طور ہے
نوکِ نیزہ پر تلاوت کا مزا کچھ اور ہے

ہاں مگر افسوس ملت نے اسے سمجھا نہیں
اس کے گنجِ بے بہا کو اک نظر دیکھا نہیں
ایسا دنیا میں کوئی خود پر ستم کرتا نہیں
پاس رکھ کر بھی اسے اس قوم نے پایا نہیں

ایک آئینِ عمل ہے عالمِ امکان میں
اس کو ہم نے رکھ دیا ہے ریشمی جز دان میں

جو ہے تحریکِ عمل سب غم کے ماروں کے لیے
ضابطہ ہے زندگی کا بے سہاروں کے لیے
رنگ ہے گلزارِ ہستی کا نظاروں کے لیے
اس کو ہم نے رکھ دیا ہے استخاروں کے لیے

علم کہتا ہے کہ رمزِ زندگی معلوم کر
جہل کا اصرار ہے رکھ دے اسے تو چوم کر

واسطہ کچھ بھی نہیں قران کی تکریم سے
اس کتابِ حق بیاں کی عزت و تعظیم سے
دور ہیں بچے عروجِ علم کی اقلیم سے
وقت ہی بچتا نہیں کچھ دنیوی تعلیم سے

دو قدم بھی راہِ دینِ حق میں بڑھ سکتے نہیں
گیارہویں میں ہیں مگر قران پڑھ سکتے نہیں

متفرقات

اک ادنیٰ سا شاعر ہوں، ثناخوان نہیں ہوں
اے میرے خدا، میں ترا قرآن نہیں ہوں

مجھ کو بھی سکھا بزمِ مودّت کے قرینے
ناواقفِ آداب ہوں، سلمانؓ نہیں ہوں

اسلام ابوطالبؑ کا ہے مشکوک جہاں میں
ایسا ہے تو پھر بھی مسلمان نہیں ہوں

ہے ملکِ دوامی مرے آقاؑ کی غلامی
دو روز کی دنیا کا میں سلطان نہیں ہوں

ہے سایۂ شاہِ شبِ ہجرت مرے سر پر
اِن تیغوں سے کہہ دو میں پریشان نہیں ہوں

تنویرِ ولا ساتھ ہے، تربت کے اندھیرو
تنہا ہوں مگر بے سر و سامان نہیں ہوں

ہیں آج مری شانِ سخن گوئی کے چرچے
اور مجھ کو یہ احساس کہ ''ذیشان'' نہیں ہوں

''ذیشان'' حضرت مولانا ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہ

ہر نظر میں بد سِیّر ہیں دشمنانِ اہل بیتؑ
بد سِیّر کیا، شر ہی شر ہیں دشمنانِ اہل بیتؑ

جو مرے بدر و احد میں مرتضیٰؑ کے ہاتھ سے
ہاں انہیں کے ہم سفر ہیں دشمنانِ اہل بیتؑ

چھُپ رہے ہیں اب وہ کیوں مختار کی تلوار سے
کوئی بتلائے کدھر ہیں دشمنانِ اہل بیت

دشمنی تطہیر سے کیسے نہ کرتے یہ لعین
گندگی سے تر بہ تر ہیں دشمنانِ اہل بیت

جو عداوت لے کے آئے تھے علیؑ کے سامنے
ان کے ہی نورِ نظر ہیں دشمنانِ اہل بیتؑ

ہے بہت آسان ان بدبخت لوگوں کا پتہ
ہے جدھر شیطاں اُدھر ہیں دشمنانِ اہل بیتؑ

کل اِنہیں لوگوں نے عترت کو پھرایا در بدر
آج خود ہی در بدر ہیں دشمنانِ اہل بیتؑ

اے مصدقؔ بولنے دے آلِ احمدؐ کے خلاف
بے اثر تھے بے اثر ہیں دشمنانِ اہل بیت

عید کا دن

ان کی یادوں میں گزرتا ہے سدا عید کا دن
یوں مناتی ہے زمانے میں وفا عید کا دن

یاد آئی تو پڑھی ہم نے دعائے ندبہ
اور اشکِ غمِ فرقت سے سجا عید کا دن

اہلِ دل اُن کی امامت میں پڑھیں اپنی نماز
آئے یوں اگلے برس میرے خدا عید کا دن

بن کے درزی کوئی جنت سے زمیں پر آیا
اب بھی حسنینؑ کی کرتا ہے ثنا عید کا دن

آج ہیں دوشِ محمدؐ پہ حسنؑ اور حسینؑ
کتنا پر کیف ہے اے جوشِ ولا عید کے دن

کام جس روز نہ ہو کوئی شریعت کے خلاف
اس کو کہتے ہیں علیؑ شیرِ خدا

بُت

اس لیے مصرع کے آخر میں لگا دیتے ہیں بت
چپ تو رہتے ہیں مگر سب کچھ بتا دیتے ہیں بت

پوچھ لو جا کر زمانے کے بڑے شیطان سے
ہم تو نامِ بت شکن لے کر گرا دیتے ہیں بت

ہم گرا دیتے ہیں لیکن کیا ہو اب اس کا علاج
آپ کوشش بھی کریں تو مسکرا دیتے ہیں بت

لاکھ کوشش کیجئے عشقِ ضنم جاتا نہیں
جنگ کے میداں سے لوگوں کو بھگا دیتے ہیں بت

اختلاف اے قوم مت کرنا عبادت گاہ میں
بندگی کے وقت آگے سے ہٹا دیتے ہں بت

صلحِ شبرؑ کی قسم بولا تکبر شام کا
یہ تو کاغذ پر قلم رکھ کر بھی ڈھا دیتے ہیں بت

اے مصدقؔ کارگر ہوتی نہیں کوئی دلیل
ہاں ترے اشعار واعظ کو بنا دیتے ہیں بت

حضرت امیر مختارؒ

جسے تسکینِ قلبِ عابدِ بیمار کہتے ہیں
اسے سب اہلِ کوفہ حضرتِ مختار کہتے ہیں

جھجک کیسی، ہماری دشمنی ہے دشمنِ حق سے
برا لگتا ہو پھر بھی ہم اسے سو بار کہتے ہیں

علیؑ کو چھوڑ کر بھی تم اسے مذہب سمجھتے ہو
اسے مذہب نہیں گرتی ہوئی دیوار کہتے ہیں

نبیؐ اک عام انساں تھے، نہ لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے
یہ الٹی سیدھی سب باتیں ہمارے یار کہتے ہیں

عزاداری میں ہرگز مصلحت سے کام مت لینا
ہم اہل دل اسے ایمان کا بیوپار کہتے ہیں

نبیؐ کو چھوڑ کر میدان سے جو بھاگ اٹھے تھے
قسم حق کی انہیں کو دین کا غدار کہتے ہیں

مصدقؔ ان سے کہہ دو تم میں ہم میں فرق اتنا ہے
جسے تم گل سمجھتے ہو اسے ہم خار کہتے ہیں

نوائی بے نوا

درکار ہوتی ہے۔ مصدقؔ اس تازہ کاری کے عامل ہیں۔ اسی لیے مصدقؔ کے نزدیک مودت سانس لینے کی دلیل نہیں بلکہ بعد از زندگی بھی زندہ رہنے کی علّت بن گئی ہے۔

مصدقؔ کے بعض اشعار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مودت وہ ذہنی ارتکاز ہے جس میں تمام عبادتیں ایک ہی وقت میں ادا ہو سکتی ہیں۔ اختلافِ املا کے باوجود مصدقؔ کا نام اپنی فرہنگ میں ایک مثبت معنویت رکھتا ہے۔ مصدقؔ کی دال پر اگر زبر ہو تو یہ "تصدیق شدہ" کا حوالہ ہوگا اور اگر مصدقؔ کی دال زیر کے ساتھ لکھی جائے تب یہ لفظ "تصدیق کنندہ" سے منسوب ہو جائے گا۔ اس تفریق سے یہ نام ہر دو حالتوں میں بیک وقت مادّیت اور روحانیت سے اپنی نسبتوں کا ایک باہمی رشتہ بھی نکال لیتا ہے۔

دعا میں چونکہ ایک انتہائی ذاتی اور روحانی ملکیت کا احساس ہے لہٰذا میری دعائیہ توقع ہے کہ مصدقؔ لاکھانی "نوائے بے نوا" کے بعد آئندہ بھی حضوری کے سفر کو امکان پذیر رکھیں گے۔

نذیر فتح پوری

مشہر، مہر، ممبئی

یہ کس کے در سے مصدقؔ مِلا ہے حسن بیاں
کہاں سے آئی زباں تجھ سے بے نوا کے لئے

مشتاق مطبوعات

نوائے بے نوا

مشتاق مطبوعات

مصدق لاکھانی